بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصباح العارفین

فی تفسیر

اِیَّاکَ نَعبُدُ وَاِیَّاکَ نَستَعِینُ

ترجمہ
رسالہ مبارکہ خطابیہ
تصنیف لطیف

سرکار سید الفقہاء والمجتہدین سلطان الحکماء والمتألہین

الامام الراحل الشیخ الاجل اوحد

الشیخ احمد بن زین الدین الاحسائی رضوان اللہ تعالیٰ

دارالتبلیغ الجعفریہ
پوسٹ بکس 1525 اسلام آباد پاکستان

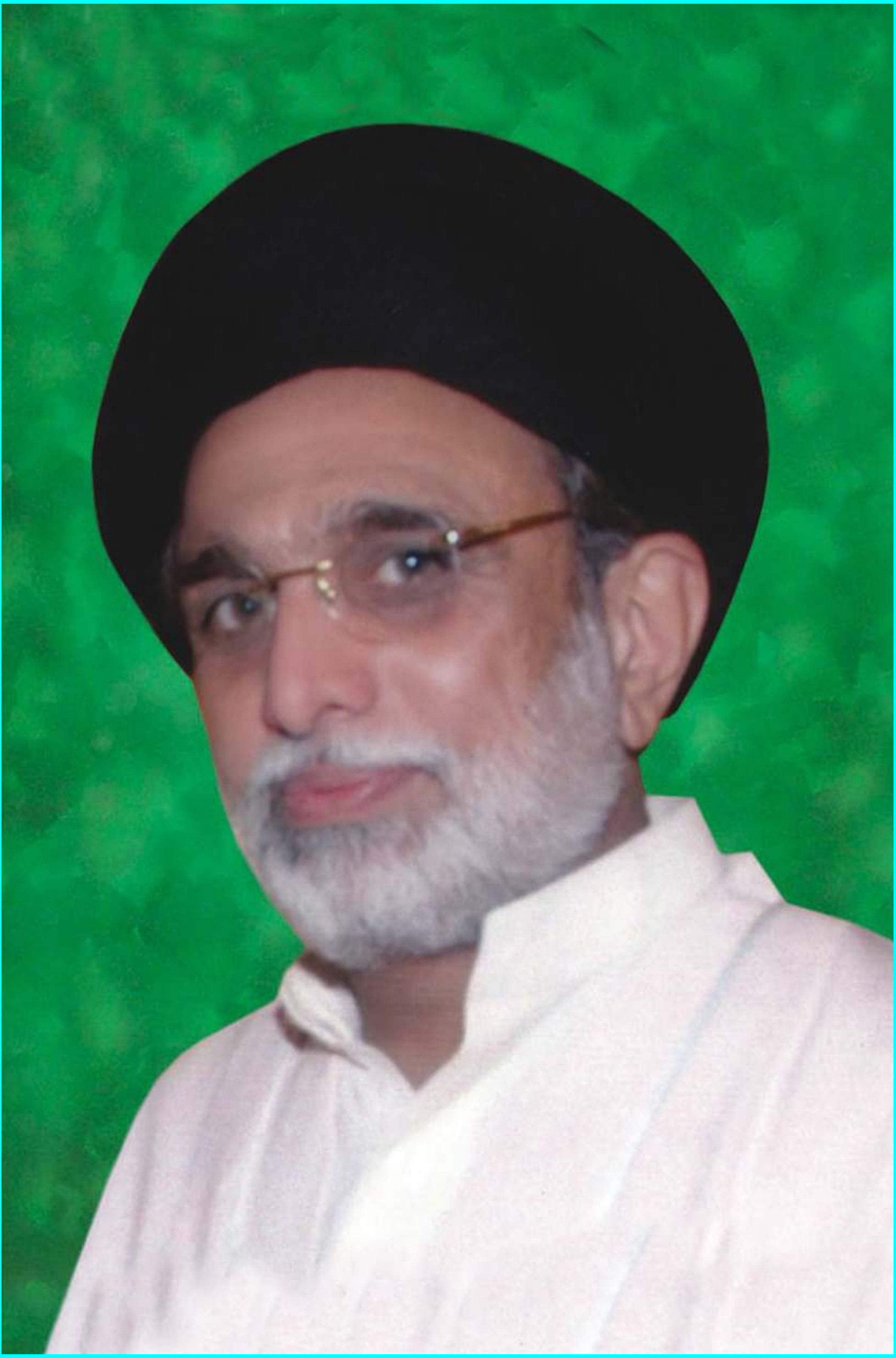

بسم الله الرحمن الرحيم

نصرت مظلوم

پس چاہیئے کہ ان جاہل ظالموں کی زبانیں بند ہو جائیں جنہوں نے شیخ احمد احسائی پر ظلم ڈھایا ہے اور صاحبان علم وتقویٰ کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ مظلوموں کی نصرت کرتے رہیں ورنہ خداوند عالم خود ان سے اس دن سوال کرے گا جس دن تقصیر کے متعلق سوال ہونا ہے اور یہ آواز آئے گی۔

”وقفوھم انھم مسئولون“ سورۃ مبارک الصفت۔ ان کو ٹھہراؤ ان سے سوال ہوگا ہاں جناب امیر آپؑ کی اولاد کی ولایت اور ان کے دوستوں سے محبت کے بارے میں بھی سوال ہوگا جنہوں نے عقیدہ حقہ کی نشر واشاعت اور نصرت حق کے سلسلہ میں پورا پورا جہاد کیا اور قتل ہو کر اور جلاوطن ہو کر طرح طرح کی بے شمار اذیتیں برداشت کیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

”من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ“ جلد دہم صفحہ ۳۵۸ مطبوعہ کربلائے معلیٰ

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذى
نور قلوبنا بنور هدايته وفتح مسامع
عقولنا بمقاليد عنايته ونظمنا فى
سلك حملة دينه وشريعته
والصلوٰة والسلام على الصادع
برسالته والمنتج لولالية
محمد واله المتوجين بتاج
كرامته

نقش اول

معارف ربانیہ اور حقائق کونیہ اور حضرات طاہرین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کے مقامات معنویہ کے لئے مذہب حقہ شیعہ امامیہ کے جن بزرگ علماء اعلام مجتہدین عظام نے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ان میں عالم بزرگوار قائد العارفین صدر الفقہاء والمجتہدین سلطان الحکماء والمتکلین آیت اللہ العظمیٰ الشیخ الاجل الاوحد شیخ احمد بن زین الدین الاحسائی اعلیٰ اللہ مقامہ نور اللہ مرقدہ انار اللہ برہانہ کا نام نامی اسم گرامی سرفہرست ہے اس عالم ربانی حکیم صمدانی استاد العرفا نے جادہ عرفان پر چلنے والوں کے لئے سیر سلوک کی پر پیچ راہوں کے لئے ایسے سنگ میل لگائے جس سے راہ حق وحقیقت کی تاریکیاں کافور ہوئیں افسوس کہ اس نابغہ روزگار عالم بزرگوار پر مزدوران استعمار نے ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے اور ان کی عظمت وجلالت کو داغدار کرتے رہے وہ شیطانی حربے استعمال کئے کہ خدا کی پناہ جو الزامات آپ کی ذات ستودہ صفات پر لگائے گئے ان میں سے یہ بھی ہے کہ معاذ اللہ آپ اس کے قائل ہیں کہ حالت نماز میں جب نمازی اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡن کہے تو رسالت مآبؐ اور ولائت مآب صلوٰۃ اللہ علیہما کا تصور کرے حالانکہ مقصرین کا یہ دروغ بے فروغ ہے اور قیاس بے اساس ہے شیخ اوحد قدس سرہ نے بالکل ہی ایسا نہیں لکھا۔

سرکار شیخ اوحد طاب ثراہ توجہ الی اللہ کے قائل ہیں۔

فلا یجوزان تصور صورة النبی صلی الله علیه وآله وعلی علیه السلام وا لائمته علیهم السلا م عندتوجهك الی الله تعالیٰ لان هٰذا شرك .

ملاحظہ فرمائیں: کتاب شریف شرح زیارۃ جامعہ کبیرہ جلد سوم ص ۱۳۶ مطبوعہ ایران

ترجمہ: اور یہ جائز نہیں ہے کہ آپ جب اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کریں صورت نبی اور امام کا تصور کریں ایسا کرنا کفر اور شرک ہے۔

قارئین!

آپ خود انصاف فرمائیں کہ شیخ طاب ثراہ تصور کے قائل نہیں معاملہ برعکس ہے۔ استعماری گماشوں جہال وضلال ملاؤں کی حق پوشی اور باطل کوشی آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ان ظالموں کو کچھ خوف خدا نہیں۔ ان کا قیامت پر ہی ایمان نہیں اگر ہوتا تو ہرگز یہ کام نہ کرتے۔

حقیقت یہ ہے:

کہ شیخ مرحوم اعلیٰ اللہ مقامہ حالت نماز میں توجہ الی اللہ کے قائل ہیں اور تصور کو ناجائز کہتے ہیں اس پر آپ نے تفصیلاً ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا جس کا تذکرہ علماء رجال نے اپنی تصانیف میں آپ کے حالات میں لکھا ہے۔

سرکار آیت اللہ علامہ محقق میرزا محمد باقر الموسوی الخوانساری قدس روحہ فرماتے ہیں:

ملاحظہ فرمائیں:

رسالتہ فی جواب سوال بعض العارفین ان المصلی حین یقول ایاك نعبدوآیاك نستعین کیف یقصدالمخاطب؟ وبیان ان المخاطب بهماوبغیر هما من الضمائر الراجعه الیه تعالیٰ انماهوذاته الا قدس لاغیر۔

ملاحظہ فرمائیں: روضات الجنات جلد اول ص ۹۰ مطبوعہ ایران رسالہ بعض عارفین کے سوال کے جواب میں اِیَّاکَ نَعْبُدُوَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن" کہتے وقت مخاطب کیسا قصد کرے گا۔ رسالہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ان آیات اور اللہ کی طرف راجع ضمائر کی دیگر آیات میں صرف آیات میں صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کا تصور کیا جائے اور کسی کا نہ کیا جائے۔ یہ رسالہ شریفہ عجالہ منیفہ خطابیہ کے نام سے شائع ہوا جس میں عرفانی و تحقیقی انداز میں مسئلہ مذکورہ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

ہم دفاع مظلوم کا فریضہ سرانجام دیتے ہوئے سرکار شیخ قدس سرہ العزیز کی عظمت و جلالت کے متعلق محققین کی آراء کو قلمبند کرتے ہیں۔ اس کے بعد رسالہ خطابیہ کا اردو ترجمہ قارئین کی خدمت میں بمع عکس اصلی پیش کررہے ہیں امید ہے حق وحقیقت کے متلاشی اس سے خاطر خواہ استفادہ فرمائیں۔

وما توفیقی الا بالله علیه توکلت والیه انیب

السید محمد ابوالحسن الموسوی المشهدی
دارالتبلیغ الجعفریہ

۱۲ رجب المرجب ۱۴۱۳ھ

شیخ اوحد طاب ثراہ اور علمائے اعلام

سرکار رئیس العلماء والمحدثین آیت اللہ العلامہ السید محمد باقر الموسوی الخوانساری اعلی اللہ مقامہ کا بیان حق ترجمان

ترجمان الحکماء والمتالھین ولسان العرفاء والمتکلمین عزۃ الدھر وفلیسوف العصر العالم باء سرار والمبانی والمعانی شیخنا احمد بن الشیخ زین بن الشیخ ابراھیم الاحسائی البحرانی ۔

ان آخری لمحات واوقات میں کوئی بھی ایسا عالم پیدا نہ ہوسکا جو کہ معرفت وفہم عظمت و دور اندیشی، خوبی سلیقہ اور حسن طریقت اور صفاء حقیقت اور کثرت معنویت اور علوم عربیہ اور اخلاق عظیمیہ اور خصال حمیدہ وحکمت وعلمیت وعملیت اور حسن تعبیر وفصاحت اور لطافت تقریر وملاحت اور اہل بیت رسول علیہم السلام کی مخلصانہ محبت ومودت میں آپ کے ہم پلہ قرار پایا ہو۔ چنانچہ بعض ظاہری طور پر علم رکھنے والے علماء کے نزدیک ان پر غالی ہونے کی تہمت لگائی جاتی ہے حالانکہ وہ بلاشک وشبہ بلند مرتبہ اور صاحبان جلالت علماء کی صف میں شمار ہوتے ہیں اور میں نے بچشم خود آپ کا وہ اجازہء عالیہ دیکھا ہے جو آپ کو صاحب کتاب الدرہ آیت اللہ العظمیٰ سید محمد مہدی بحر العلوم نجفی قدس سرہ نے عطا فرمایا جو ان کی انتہائی جلالت وفضیلت وشرافت پر دلالت کرتا ہے۔ آپ اپنی وسطی عمر میں بلاد عجم (ایران) تشریف لائے اور وہاں کے سلاطین وارباب کے نزدیک نہایت ہی مقرب تھے اور آپ کا زیادہ تر قیام وہاں دار العباد یزد میں رہا پھر آپ وہاں سے منتقل ہوکر اصفہان جلوہ افروز ہوگئے اور وہاں بھی کافی عرصہ تک توقف فرمایا۔

آپ نے اپنی آخری عمر میں جب اپنی اصلی جگہ وصال امام حسین علیہ السلام کی خاطر سفر فرمایا تو کرمان شاہ وارد ہوئے جو کہ راستہ میں تھا وہاں کے امیر عادل کبیر غیور وجرار محمد

علی میرزا ابن سلطان فتح علی شاہ قاجار نے ان سے وہاں قیام کرنے کی استدعا کی اور آپ نے ان کی یہ پیش کش قبول فرمائی چونکہ مصلحتوں کا تحفظ اور ہلاکتوں اور نقصانات کا ازالہ آپ پر عالم دین ہونے کے لحاظ سے لازم تھا اور آپ مسلسل وہاں پر قیام پذیر رہے حتیٰ کہ سلطان مذکورہ جنگ بغداد کے سفر کے دوران وفات پا گئے اور اس مملکت کا انجام کار فتنہ و فساد پر تمام ہو گیا اور آپ نے وہاں سے حائر شریف یعنی کربلا معلیٰ کی طرف ہجرت فرمائی تا کہ اپنی باقی بیش بہا عمر وہاں گزاریں اور اپنی شرعی تکلیف کو قائم رکھتے ہوئے پوری توجہ تصنیف و تالیف پر صرف کر دی۔

شیخ اوحد کے علمی جواہر پارے

آپ کی تصنیفات میں سے ایک کتاب "شرح زیارت جامعہ کبیرہ" ہے جو کہ نہایت ہی مفصل اور بڑی کتاب ہے اور تیس (۳۰) ہزار "بیت" پر مشتمل ہے۔

("بیت" اصطلاح علماء میں سو سطروں کو کہتے ہیں) یہ کتاب آپ کے درست افکار اور روشن نظریات اور قابل تعریف استنباطات وجدید اصلاحات پر مشتمل ہے۔

- "کتاب الفوائد" جو حکمت وکلام میں ان کی تشریع ہے۔
- "شرح حکمت عرشیہ" ملاصدرا۔
- "شرح المشاعر" یہ دونوں کتابیں ملاصدرا کی دونوں کتابوں کی تشریح میں ہیں
- "کتاب در احکام کفار" جس میں زمانہ اسلام سے قبل یا بعد کے تمام اقسام کے کفار کا تذکرہ ہے۔
- "رسالہ" اس بارے میں کہ کتب اربعہ معصوم سے قطعی الصدور نہیں ہیں جیسا کہ اخباریوں کا مذہب ہے اور اس ضمن میں دیگر مسائل بھی درج کیے گئے ہیں۔
- "رسالہ در مباحث الفاظ" یہ اصول فقہ کی ایک بحث پر مشتمل ہے۔
- "رسالہ" در بیان اینکہ قضاء امر اول کے ساتھ۔

- "رسالہ اجتہاد وتقلید کے قول" اور بعض دیگر فقہی مسائل کی تحقیق میں۔
- "رسالہ" در تحقیق جواہر خمسہ وار بعہ نزد حکماء متکلمین و اجسام ثلاثہ و اعراض بست و چارگانہ و مادہ الحوادث اور اس میں بعض فقہی مسائل بھی درج ہیں۔
- "رسالہ در جواز تقلید غیر اعلم" جس میں بعض دیگر فقہی مسائل بھی بیان کئے گئے ہیں۔
- "رسالہ در بیان حقیقت عقل و روح نفس" اور ان کے مراتب کے بیان ہیں۔
- "رسالہ امکان وعلم ومشیت" وغیرہ کے معنی ہیں۔
- "رسالہ" سلطان فتح علی شاہ قاچار کے اس سوال کے جواب میں کہ کیا وجہ ہے کہ حضرت قائم آل محمدؑ آٹھ آئمہ سے افضل ہیں۔
- "رسالہ" شیخ علی بن عبداللہ بن فارس کے علم صناعت کے بارے میں اشعار کی تشریح کے متعلق
- "رسالہ" بعض عارفین کے سوال کے جواب میں کہ "اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ" کہتے وقت مخاطب کیا قصد کرے گا؟ جس میں بیان کیا گیا ہے کہ ان آیات اور اللہ کی طرف راجع ضمائر کی دیگر آیات میں صرف اس کی ذات اقدس کا قصد کیا جائے اور کسی کا نہ کیا جائے۔
- "رسالہ" درشرح سورۃ توحید۔
- "رسالہ" دراحکام بداء واحکام لوح محفوظ ولوح اثبات۔
- "رسالہ" درکیفیت سیر وسلوک الی درجات القرب والزلفی۔
- "کتاب جواب المسائل التوبلیہ"۔

جو ان سے شیخ عبدالعلی توبلی نے پوچھے تھے یہ بہت بڑی کتاب ہے جس میں ظاہر و باطن کی تطبیق پیش کی گئی ہے اور انسان کبیرہ وصغیرہ کے قول کی تحقیق کی گئی ہے بلکہ بہت سے مراتب عرفان بیان کئے گئے ہیں اور فرقہائے صوفیہ باطلہ کی رد کی گئی ہے طریقہ حقہ کا

بیان ہے کہ عوالم خمسہ زمانی، دھری، سرمدی، برزخی، حشری کو کشف کیا گیا ہے اور فواتح سورۃ کے حروف مقطعات کی تفسیر کی گئی ہے اور بہت سی دیگر کتاب وسنت کے مشکلات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

- "رسالہ" جس کا نام انہوں نے "حیوۃ النفس الی حضیرۃ القدس" رکھا جس میں پانچ اصول دین توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت کے اثبات پر دلائل پیش کئے گئے ہیں۔
- "کتاب الجنت والنار" جس میں ان کی تفاصیل واحکام کا بیان ہے۔
- "رسالہ" درحجیت اجماع وحجیت احکام سبعہ وحجیت شہرت۔
- "کتاب اسرار الصلوٰۃ" اس میں نماز کی حکمت عملی واسرار کا تذکرہ ہے۔
- "رسالہ" مختصر درباردعاء۔
- "شرح کشف الغطاء" فقہ جعفریہ کی مشہور استدلالی عظیم کتاب کشف الغطاء کی بحث حکم ذی الراسین کی تشریح کی گئی ہے۔
- "رسالہ الشاہ"
- "الرسالۃ الحیدریہ فی الفروغ الفقیہہ" اس میں آپ کے فقہی فتاویٰ بیان کئے گئے ہیں۔
- "مختصر رسالہ حیدریہ" دراحکام عبادت وصلوٰۃ
- "مسائل قطیفیہ"
- "مقالہ صومیہ"
- "رسالہ دربارہ اصول دین درزبان فارسی"

اسی طرح آپ کی جملہ تالیفات کی تعداد سو تک ہے جن میں ہر باب کے مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے سے ہم اس کتاب کے اصل موضوع سے نکل جائیں گے۔

علمی مقام......O......جلالت شان

خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ آپ صوفی منش اور کمزور طریقہ تصوف کے شدید مخالف تھے بلکہ عرفان میں فیض کاشانی کے طریقہ کے بھی سخت مخالف تھے حتیٰ کہ آپ کی طرف یہ نسبت بھی دی گئی کہ آپ نے ان کی تکفیر کی تھی۔ واللہ اعلم

آپ کے حق میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ اکثر علوم میں ماہر تھے بلکہ جملہ علم حروف و رسوم سے بھی واقف تھے اور طب و قرائت، ریاضی اور علم نجوم کے بھی عارف تھے اور آپ کا دعویٰ تھا کہ آپ علم صنعت، اعداد، طلسمات اور ان کے نظائر کے پوشیدہ امور سے مطلع ہیں بلکہ حضرت حجت قائم معصوم کی خدمت رسائی رکھتے تھے اور اس بارے میں اس بات کی ذمہ داری ان کی طرف ہی عائد ہے۔

خداوند عالم ان کی طرف اور ہماری طرف اپنی رحمت کی موسلا دھار بارش بھیجے مرحوم نے جملہ احادیث و خطب و مصنفات بر تعلیمات، قیود و توضیحات بھی لکھی ہیں اور بہت سے اشعار کہے ہیں بلکہ آپ کے اشعار کا ایک بہت بڑا دیوان بھی ہے اور اہل بیتؑ کے متعلق آپ کے بہت سے مرثیے بھی ہیں اور ان کی مدح پر کامل ترین طریقہ پر قابل فخر قصائد بھی ہیں جن میں کافی مقدار میں عقائد و مراثی آپ کے شاگرد واعظ عارف صالح کامل ایمانی مولانا حسین بن مومن یزدی کرمانی نے اپنی بہت سی فارسی کتب مقاتل و نصیحت میں درج کئے ہیں۔ آپ کا ذکر محدث نیشاپوری نے بھی اپنی کتاب الرجال میں کیا ہے اور کہا ہے کہ "احمد بن زین الدین احسائی" قاری، فقیہہ محدث عارف وحید در معرفت اصول دین ہیں۔

آپ کے کافی معتبر رسائل بھی ہیں ہمیں کربلا معلیٰ میں حرم اقدس حضرت امام حسین علیہ

السلام میں ان کے ساتھ ملاقات کرنے کا اتفاق ہوا ان کی وثاقت وجلالت میں انشاء اللہ کوئی شک و شبہ نہیں ہے آپ کو اجازۂ روایت حدیث ہمارے سید فقیہہ اوحد سید علی طباطبائی صاحب الریاض اور افقہ افخر شیخ جعفر نجفی اور میرزا مہدی شہرستانی اور علمائے قطیف و بحرین سے حاصل ہوا ہے جو کہ آپ کے سلسلہ اجازت میں موجود ہے آپ کے دو فرزند محمد اور علی فاضل مجتہد تھے اگرچہ آپ کے بڑے فرزندہ فاضل اپنے والد کے طریقہ سے اختلاف رکھتے تھے اور اس کے منکر تھے جیسے کہ ملا صدرا کے فرزند میرزا ابراہیم بھی اپنے والد کے طریقہ فلسفیہ کے منکر تھے اور جب والد کا تذکرہ آتا تھا تو کہا کرتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نازل کرے اور کہتے ہیں کہ اللہ ان کی مغفرت کرے انہوں نے اسی طرح سمجھا ہے جیسا کہ ہمیں یاد ہے اور حکایت کی جاتی ہے کہ حکیم متالہ محقق نوری جو ان کے معاصر بھی تھے وہ ان کی فضیلت کے منکر تھے بلکہ ان کو فضلاء میں شمار تک نہیں کرتے تھے۔

شیخ اوحد کے تلمیذ رشید

اگرچہ آپ کے عزیز شاگرد رشید اور مقتدائے ارباب فہم وتمیز بلکہ ان کے نور چشم روشن اور ان کے قلب کی قوت باہرہ، فاخرہ بلکہ شائد و مصائب میں ان کے حلف بردار ساتھی جو ان کے لئے بمنزلہ قمیص و بدن تھے یعنی سید فاضل بار جلیل حازم فرزند سادات اجلاء قائدین، عظماء زعماء ابن امیر سید قاسم حسینی جیلانی رشتی الحاج سید کاظم جو کہ امور میں آپ کے قائم مقام اور ہمارے اس زمانہ میں حرم مطہر سید الشہداء امام حسین علیہ السلام میں ان کے مقلدین اور ساتھیوں کے امام الجماعت ہیں جنہوں نے مندرجہ ذیل کتب تالیف فرمائیں:

- لوامع حسینیہ۔
- حجت البالغہ و حجت الدامغہ۔

- مقامات العارفین۔
- اسرار الشہادۃ۔
- اسرار العبادات۔
- شرح دعائے سمات۔
- شرح قصیدہ ہائیہ از کتاب شذور الذہب۔
- شرح قصیدہ لامیہ در مدح امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔
- رسالہ در وجود جن اور ان کی حقیقت اور اس کی متعلقات کے بیان میں۔
- شرح کلمات فخر الدین رازی در بارہ توحید۔
- کتاب علم الاخلاق والسلوک۔
- رسالہ جو مراتب توحید کے بارے میں مختلف علماء کی طرف سے آنے والے خطوط و مسائل کے جوابات پر مشتمل ہے۔

آپ کی تالیفات کی تعداد ایک سو پچاس کے لگ بھگ ہے جیسا کہ آپ نے اپنی کتاب "دلیل المتحیرین" و "ارشاد المسترشدین" میں اپنی فہرست کتب میں بیان کیا ہے۔

شیخ مذکورہ کے بے حد مداح تھے بلکہ ان کے ہم زمانہ افاضل مشہورین جلالت قدر و شرافت پر متفق ہیں اس سے انہوں نے ان کے طریقے کے خلاف چلنے والوں پر تعریض کرتے ہوئے ان کو کالعدم قرار دے دیا ہے۔

سید مذکور نے شیخ موصوف کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ تمام مراتب وفنون پر حاوی تھے حتیٰ کہ فقہ، اصول، رجال، حدیث علوم غریبہ اتمام تر اور علوم عربیہ میں کلی طور پر سب سے اعلم تھے اور سب سے عظیم تھے انہوں نے بیان کیا ہے کہ جب شیخ مرحوم شہر اصفہان پہنچے اور وہاں کے علماء اعیان ان کا خصوصی سلام کرنے کے لئے آئے تو میں ان کی

خدمت عالیہ میں موجود تھا وہاں پر مولائے اعلیٰ ملا علی نوری سے سوال کیا گیا کہ مرحوم آقا محمد البید آبادی کے مقام کی نسبت شیخ کا مقام کیا ہے تو مرحوم نے جواب دیا ان دونوں عالموں میں تمیز کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمیز کرنے والا دونوں کے مقام تک رسائی رکھتا ہو اور مجھے وہ رسائی کب حاصل ہے کہ میں بزرگ عالموں کا تقابل و موازنہ کرسکوں۔

شیخ اجل اوحد طاب ثراہ کے خلاف محاذ آرائی

سید مذکورہ نے جہاں شیخ موصوف کے تفصیلی حالات اور قابل ستائش صفات کا تذکرہ کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ جب شیخ موصوف کے مخالف فضلاء عراق کے درمیان کافی حد تک اختلاف ونفاق پیدا ہو گیا اور ان کے لئے اس کو دفع کرنا سخت مشکل بن گیا تو ناچار انہوں نے ان کی محفل میں اپنے عقائد حقہ پیش کئے اور انہوں نے ان کے وارد کردہ اعتراضات کو بخوبی رفع کر دیا جن کو قبول کرنے کے لئے دشمنوں کے ماسوا دوستوں کے لئے کوئی چارہ نہ تھا اور انہوں نے ان کی خواہش کے مطابق سوال کرنے کی پیشکش کی اور ان کی مرضی کے مطابق ان کے روبرو ان کے ساتھ بیٹھے مگر اس کے باوجود وہ ان کی باتوں کی طرف ملتفت نہ ہوئے اور ان کے کلام کی طرف توجہ نہ دی اور اپنی ضد پر اڑے رہے اور سخت ترین تکبر کیا اور ان کی سرکشی اور عناد بڑھ گیا بلکہ انہوں نے اسی پر اکتفاء نہ کیا بلکہ شہروں کے روساء اور ارباب بست وکشاد اکابر کو خطوط لکھے کہ شیخ احمد ایسے ویسے ہیں اور ان کے یہ اعتقادات ہیں اور انہوں نے لوگوں کے دلوں کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے اور ان کو اشتباہ میں ڈال دیا۔

مفسدین کی حکومت بغداد سے سازباز اور شیعوں پر مصائب کی یلغار

مخالف عراقی ملاؤں نے اس پر ہی اکتفاء نہ کیا بلکہ ان کی کتاب شرح زیارت جلد چہارم اٹھائی اور اسکو وزیر بغداد مخالف شیعہ کے دربار میں پیش کیا اس کتاب میں دشمنان اہلبیتؑ کے مطاعن و عیوب تھے انہوں نے اس جلد میں شاعر بغداد حسن بن حیص بیص دیک الجن اور متوکل عباسی کی حکایت نقل کی تھی جس میں ان کے قدیمی کفر کے متعلق اس شاعر کے اشعار درج تھے پھر انہوں نے اس وزیر کو ایک اور ورق دکھایا جس میں انہوں نے بہتان تراشی اور مکاری سے کام لیا اور ان کی طرف یہ قول منسوب کیا کہ وہ امیر المومنین علیؑ کو "خالق" "رازق" "ممیت" کہتے ہیں ان کا ارادہ یہ تھا کہ شیخ اعلی اللہ مقامہ کی کوئی نیکی باقی نہ رہے بلکہ شیخ کی وجہ سے انہوں نے تمام شیعوں پر یہ تہمت لگائی کہ وہ بھی شیخ احسائی کی طرح کافر ہیں اور معاذ اللہ علیؑ کو خالق، رازق، محی، ممیت مانتے ہیں اور یہی بعینہ جنگ جمل میں ابن زبیر کا قول تھا کہ مجھے اور مالک اشتر کو قتل کردو۔

چنانچہ مفسدین کی اس حرکت سے تمام شیعوں کو نقصان پہنچا اور کربلا میں ان کا قتل عام کرایا گیا جس کا شیخ مذکور کو سخت رنج پہنچا اور بہت دکھ ہوا کہ ان کے خلاف جعلی تحریریں بنا کر شیعوں کو ظلم کا نشانہ بنوایا گیا۔

ہجرت بسوئے خدا

ہر گھڑی شیخ مرحوم کو خوف رہنے لگا کہ کہیں ان پر مصیبت نہ ٹوٹے لہٰذا وہ کربلا میں قیام پذیر نہ ہوسکے اور وہاں قرار نہ پاسکے حتیٰ کہ ان کو علم دین اور شرعی تکلیف الٰہی کا تقاضا ہوا کہ آپ وہاں سے ہجرت کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف فرار کرنا ہی ہر خوف سے امان

ہے لہٰذا آپ اللہ کے حکم کے مطابق اور اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اور حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی اقتداء میں شیخ مرحوم اس امت کے فرعونوں سے خوف کھاتے ہوئے عازم حج بیت اللہ ہوئے جیسا کہ امام مظلوم سلام اللہ علیہ نے بھی فرعونوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے بیت اللہ الحرام کا قصد فرمایا اور شیخ مرحوم اپنے اہل و عیال اولاد و زوجات کے ہمراہ چلے اور اپنی جائیداد زیورات وغیرہ فروخت کردی جبکہ آپ جسمانی طور پر لاغر، ضعیف، سن رسیدہ اور بہت خوف زدہ تھے جب آپ کا قافلہ مدینہ منورہ سے تین منزل پر "ھدئیہ" نامی منزل پر پہنچا تو ان کے پاس اللہ کے فرشتے داعی اجل بن کر آئے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کی دعوت دی اور ان کو "حی علی الفلاح" کی ندا دی۔ پس شوق دلانے والی ہوا چلی جس نے ان کو اللہ کی ملاقات کا شوق دلایا پھر ان پر سخاوت دینے والی ہوا چلی جس نے ان کو اللہ کی محبت میں روح قربان کرنے پر آمادہ کر دیا پس وہ دنیا کے اس تنگ زندان سے منتقل ہو کر وسیع و کشادہ فضا کی طرف پہنچ گئے اور اپنے دوستوں سے جا ملے اور دنیا کے مصائب و آلام سے راحت حاصل کر لی اور ہر قسم کی ہلاکتوں، زحمتوں، فتنوں، کدورتوں سے جان چھڑا گئے اور منافق حاسدوں کے بدلے ان کو اللہ نے ایسے احباب نعم البدل بنا دیئے جن سے وہ انس کریں اور ان سے جدا نہ ہوں اور ان کی یہ ظاہری ہجرت حقیقی ہجرت میں تبدیل ہو گئی اور انہوں نے ظاہری بیت اللہ کا قصد کیا تھا اور بیت المعمور حقیقی پر جا پہنچے اور مسلسل اس بیت کے ارد گرد طواف کرتے رہے اور اپنی نگاہ کو نور تجلی کی طرف معلق رکھا جو اس درخت کے چراغ سے فروزاں تھی جو کہ نہ شرقی ہے نہ غربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشنی دینے لگا جبکہ اس کو آتش بھی مس نہ کرے۔

غروب آفتاب علم وحکمت

میں کہتا ہوں کہ یہ عظیم مصیبت اور اہم واقعہ اوائل ۱۲۴۳ھ میں ہوا جب کہ وہ کافی سن رسیدہ ہو چکے تھے اور نوے برس کی عمر پا چکے تھے اور بڑھاپے کی وجہ سے ان کا سر اور ریش سفید ہو چکے تھے اور ان کو مدینہ منورہ میں جوار آئمہ معصومین علیہم السلام جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا اور اکثر اہل اسلام نے ان کے مراسم عزاء قائم کئے اور صاحب " کتاب الاشارات والمنہاج" آیت اللہ میرزا ابراہیم کلباسی اصفہان میں تین روز تک ان کی سوگواری میں بیٹھے رہے اور ان کی مجلس میں عام اور خاص لوگ بھی شریک ہوئے۔

ملاحظہ فرمائیں: روضات الجنات جلد اول ص ۹۴/۸۸ مطبوعہ قم مقدسہ ایران۔

آیت اللہ شیخ احمد احسائی طاب ثراہ مرد پاک

سرکار عمدۃ العلماء علامہ السید مرتضیٰ مدرسی چھاردھی استاد تاریخ جامعہ تہران کا ارشاد حق بنیاد

شیخ احمد احسائی اعلیٰ اللہ مقامہ ایک پرہیز گار اور خدا شناس شب بیدار تہجد گزار عالم تھے آپ نے کبھی بھی دنیا و مافیہا سے تعلق نہیں رکھا اور ہمیشہ ان کاموں سے اجتناب فرماتے تھے جن سے دنیوی ریاست اور خود فروشی ہوتی ہو۔

بدبختانہ شخصیت برجستہ شیخ مورد حسادت بعض از معاصرین قرار گرفت و مورد تکفیر واقع شد ہر چہ در آثار شیخ نگاہ می کنیم چیز تازہ ای نیاوردہ بلکہ ھمان عقائد وآراء اسلامی است

بدقسمتی سے شیخ احمد احسائی کی برجستہ شخصیت بعض معاصرین کے حسد کا شکار بن گئی اور انہوں نے بوجہ حسد آپ پر کفر کا فتویٰ داغ دیا حالانکہ جب ہم شیخ موصوف کے آثار پر نظر

ڈالتے ہیں تو ہمیں ایسی کوئی بات نظر نہیں آتی بلکہ ان کی تصنیفات اور تالیفات میں وہی عقائد و اسلامی نظریات ملتے ہیں جو کہ احادیث اور فلسفیانہ و عارفانہ ذوق کی روشنی میں شیخ موصوف کی تخلیقی تحقیقات کا نتیجہ ہیں آپ چونکہ خود ایک جلیل القدر مجتہد تھے لہذا دیگر مجتہدین کی طرح علوم اسلامیہ میں مخصوص نظریات کا استنباط فرمایا اور چونکہ شیخ موصوف کے زمانہ میں اصولوں اور اخباریوں کی نزع عام تھی۔

وہنوز اصولی ہا کاملاً رشد پیدا نکردہ بودند وطرفداران

علم حدیث در گزشتہ و کنار مشعول ترویج روش مذہبی خود بودند۔ اور ابھی تک علمائے اصولین میں کاملاً پختگی نہیں آئی تھی اور احادیث کے شیدائی اور طرفدار اپنے مکتب فکر کی تبلیغ و ترویج میں مصروف تھے جیسا کہ علامہ جلیل شیخ احمد بن یوسف بحرانی صاحب "الحدائق الناظرہ" جس میں مکمل دورہ فقہ اسلامیہ حدیث آئمہ اطہار علیہم السلام کے ساتھ جمع فرمایا۔ اس وقت یہ عظیم اور ضخیم کتاب بھی منظر عام پر آئی نیز اسی دور میں علامہ کبیر السید ہاشم بن سلیمان بحرانی نے پورے قرآن مجید کی تفسیر کو احادیث اہل بیت علیہم السلام کی روشنی میں دو ضخیم جلدوں میں جمع فرمایا اور ان کی دوسری کتاب "معالم الزلفی" بھی ایک ضخیم کتاب ہے۔ جس میں آئمہ اطہار علیہم السلام کی احادیث اور معجزات ہیں یہ دونوں عظیم کتابیں علم و حدیث کی تاریخ نویسی میں شاہکار ہیں یہ کتابیں بھی اسی عہد میں منصۂ شہود پر آئیں۔ ان تمام تالیفات کے مؤلف شیخ موصوف کے ہم وطن تھے ان کتابوں نے شیخ موصوف کی روح اور فکری پرورش میں کافی تاثیر پیدا کر دی اور دوسری طرف سے احساہی کے مشہور عالم دین آیت اللہ الحجتہ علامہ محمد بن ابی جمہور احسائی مؤلف کتاب المجلی تھے انہوں نے بھی فلسفہ و عرفان کو احادیث اہلبیت علیہم السلام سے ہم آہنگ فرمایا۔ لہذا شیخ احمد احسائی قدس اللہ سرہ نے صاحب "تفسیر برہان" اور صاحب "حدائق" کی اخباری روش اور ابن ابی جمہور کی متکلمانہ روش کے مابین راہ کو اختیار فرمایا

اور علوم اسلامیہ میں نئی تحقیقات کو واضح فرمایا جس کی وجہ سے مدرسہ و اجتماع میں شیخ موصوف کے بارے میں قیل وقال نے راہ پائی۔ اگر ہم انصاف کی نظر سے علامہ احسائی کی مطبوعہ کتب کی طرف رجوع کریں تو ہمیں نظر آئے گا کہ شیخ موصوف اپنے عہد کے بے نظیر استاد اور صاحب الرائے محقق اور معاصرین میں بے مثال ہستی تھی آپ نے فلسفہ وعرفان میں قوم کی مروجہ اصطلاحات کی پیروی نہیں فرمائی بلکہ محی الدین ابن عربی و ملا صدرالدین شیرازی اور ملا فیض کاشانی جیسے اکابر فلاسفہ پر بھی اعتراض وارد کئے اور فرمایا کہ یہ اپنی فلسفیانہ فکر سے ظاہری شریعت اسلامیہ سے کافی دور نکل گئے شیخ موصوف نے اہل بیتؑ اطہار علیہم السلام کے آثار واخبار میں باسلیقہ اور خصوصی ذوق مطالعہ کی روشنی میں فلسفیانہ آراء اور نظریات کو مورد استفادہ فرمایا۔

ملاحظہ فرمائیں: تاریخ فلاسفہ اسلام ص ۱۰۵ مطبوعہ ایران۔

بے مثال عالم

سرکار رجتہ الاسلام آیت اللہ محمد علی تبریزی اعلیٰ اللہ مقامہ کا بیان حق بنیاد

آپ نے ایک عالم بے نظیر کے عنوان سے شیخ موصوف کے متعلق صاحب روضات الجنات کی عبارت نقل فرمائی اور شیخ مظلوم طاب ثراہ کی جلالت علمی کا کھلے الفاظ میں اعتراف فرمایا ان کی فارسی عبارت کا ترجمہ یہ ہے۔

شیخ احمد احسائی اس آخری دور میں کمال فہم و معرفت اور صفائے حقیقت و کثرت معنویت حسن طریقت علوم وفنون عربیہ میں کمال سلیقگی حسن اخلاق پسندیدہ عادات و اطوار اور حکمت علمیہ اور عملیہ اور خانوادۂ رسالت کے ساتھ محبت کرنے میں آپ کا کوئی بھی نظیر نہیں یہی نہیں بلکہ فقہ وحدیث اور طب ونجوم وریاضی وعلم حروف وقرأت والا عداد وطلسمات وصنعت ہم ماہر در معرفت اصول دینیہ وحید عصر خود بودہ است بلکہ آپ تو فقیہ و

محدث تھے اس کے علاوہ علم طب، علم نجوم، علم ریاضی، علم حروف وقرأت، علم الاعداد و طلسمات وغیرہ میں پوری پوری دسترس رکھتے تھے۔اصول دینیہ کی معرفت میں وحید العصر فرید الدہر تھے بعض اہل ظاہر نے ان کی شخصیت پر غلو اور افراط کا الزام لگایا ہے حالانکہ ان کی علمی شان وجلالت محل تردید نہ تھی۔ ۱۲۰۹ھ میں جو اجازۂ انہیں السید مہدی بحرالعلوم نے عطا فرمایا اس سے آپ کی عظمت وجلالت واضح ہو جاتی ہے۔ بحرالعلوم کے علاوہ سید علی صاحب ریاض شیخ جعفر کاشف الغطاء اور مرزا مہدی شہرستانی اور بحرین و قطیف (الاحساء) کے جلیل القدر علماء نے آپ کو اجازت علمی عطا فرمائے تھے۔

ملاحظہ فرمائیں: ریحانتہ الادب جلد ا ص ۲۹ تا ۴۲ مطبوعہ ایران۔

کلمہ ای از ہزار ص ۱۸۸ مطبوعہ یران۔

شیخ احمد احسائی قدس اللہ سرہ کے کلام کو عام علماء نہیں سمجھ سکے بلکہ فقہاء بھی نہ سمجھ سکے:

سرکار زبدۃ العلماء علامہ شیخ عبدالمنعم کاظمی طاب ثراہ کا ارشاد حق بنیاد فرمایا شیخ احمد احسائی بلا شبہ علماء اور فقہاء میں سے تھے صاحب جواہر الکلام آپ سے روایت کرتے ہیں اور شیخ موصوف عرفاء حکماء و فلسفی علماء میں سے تھے ان کی کتاب مستطاب "شرح زیارت جامعتہ الکبیرۃ" اس پر بین دلیل ہے چونکہ عرفاء کا کلام اکثر رموز واشارات اور مبہم قسم کے الفاظ پر مشتمل ہوتا ہے جن کے معانی مقصودہ عام فہم نہیں ہوتے ان مفاتہیم ومطالب کو وہ خاص علماء ہی سمجھ سکتے ہیں جو عرفان وفلسفہ سے کاملاً واقفیت رکھتے ہیں۔فکذلك كلام الشيخ احمدالاحسائی لایفهمه حتی الفقها الذين ليس لهم المام بالحكمته والعرفان فكيف يفهمه سائر الناس بالکل اسی طرح عارف جلیل شیخ احمد احسائی اعلیٰ اللہ مقامہ کے کلام کو عام علماء نہیں سمجھتے بلکہ وہ فقہا بھی نہیں سمجھ پاتے جو کہ فلسفہ وعرفان میں وارد نہیں ہیں چہ جائے کہ باقی عوام الناس آپ کا کلام سمجھ سکیں۔ملاحظہ فرمائیں: من كنت مولاه فهذا علی "مولاہ" جلد چہارم صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ کربلائے معلیٰ۔

سرکار صدر الفقہاء والمجتہدین آیت اللہ
الشیخ محمد حسین کاشف الغطاء اعلیٰ اللہ مقامہ کا بیان حق ترجمان

مشہور عارف شیخ احمد احسائی تیرہویں صدی کے اوائل میں گزرے ہیں آپ آقائے بحر العلوم وآقائے جعفر کبیر کاشف الغطاء کے تلامذہ میں سے تھے اور انہیں دونوں بزرگوں کی طرف سے اجازۂ بھی حاصل کئے تھے جو ان کی جلالت علمی واعلیٰ مقامی کی نشاندہی کرتا ہے جو ان کو ان ہستیوں اور اس دور کے دیگر علماء ومجتہدین کے نزدیک حاصل ہے آپ کی وفات کے بعد آپ کی تصنیفات وتالیفات شائع ہوئیں تو ان کے دقیق علمی مطالب کے باعث لوگوں نے ان میں اختلاف کیا کسی نے ان کے حق میں تجاوز کیا کسی نے ان کو رکن کہا کسی نے دشمنی ظاہر کی اور کسی نے کفر کا الزام عائد کیا۔

والحق انه رجل من الاكابر علماء الاماميه و عرفائهم

مگر مخالفین کے سب نظریات باطل اور غلط ہیں بلکہ حق تو یہ ہے کہ شیخ موصوف مذہب شیعہ امامیہ کے اکابر علماء وعارفین میں سے تھے اور نہایت ہی عابد وزاہد اور پرہیزگار خدا پرست تھے جیسا کہ ہمیں ان کے بعض معاصرین سے معلوم ہوا جنہوں نے انہیں دیکھا ہاں ان کی علمی کتب میں بعض متشابہ اور مجمل جملے موجود ہیں جن کی وجہ سے ان پر جرأت اور گستاخی کرنا اور ان کو کافر قرار دینا ناجائز ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: الایات البنیات ص ۱۸ مطبوعہ نجف اشرف۔

ہم نے چند جلیل القدر علماء اعلام ومجتہدین عظام کے بیانات شافیہ نقل کئے ہیں جن سے سرکار قائد العارفین فاتح المقصرین آیت اللہ الشیخ الاجل الاوحد الشیخ احمد بن زین الدین الاحسائی اعلیٰ اللہ مقامہ نور اللہ مرقدہ کی جلالت علمی واضح ہوتی ہے نیز ان بیانات سے یہ بھی سامنے آتا ہے کہ بعض قشری ملاؤں نے جو کہ حکمت ومعرفت سے بے بہرہ تھے اور علم وعرفان سے تہی دامن تھے شیخ مرحوم کی شان میں گستاخی کرنے کی سعی مذموم کی اور اس میں پیش پیش شیخ الشیاطین شیخ خالصی آنجہانی جیسے مردود ومزدوران استعمار تھے۔ (اور اب بھی ہیں)۔

فتویٰ کفر کی حقیقت

سرکار عالم جلیل فاضل نبیل آیت اللہ شیخ عبدالمنعم کاظمی طاب ثراہ فرماتے ہیں:

اے ابوجعفر خالصی یہ تیری آٹھویں غلطی ہے جس کا تو نے اقدام کیا ہے اور تو اکیلا ہی اس دلدل میں کود گیا حالانکہ سوائے تیرے کسی نے بھی شیخ احمد احسائی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگایا نہ تیرے والد شیخ مہدی نے اور نہ ہی نجف اشرف و کربلائے معلیٰ اور کاظمین شریفین کے کسی مجتہد نے کوئی فتویٰ صادر کیا۔

ملاحظہ فرمائیں: ''من کنت مولاہ فھذاعلی مولاہ " جلد چہارم صفحہ ۲۱۹ مطبوعہ کربلائے معلیٰ۔ سرکار علامہ طاب ثراہ کے اس بیان حق ترجمان سے یہ واضح و آشکار ہو گیا کہ سوائے قائدالمقصرین شیخ خالصی آنجہانی نے کسی نے بھی کفر کا فتویٰ نہیں لگایا اس اکلوتے نام ونہاد مفتی کی پوزیشن صاحبان فکر ونظر پر واضح ہو چکی ہے۔

مضل المومنین شیخ الشیاطین شیخ خالصی آنجہانی کا مختصر تعارف

مضل المومنین شیخ خالصی آنجہانی امریکہ کا جاسوس تھا اس کا اسلام و ایمان محل کلام ہے۔

سرکار حجت الاسلام آیت اللہ الشیخ جاسم کلکاوی کا بیان

۱۴ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ کو کاظمین شریفین کے مدرسہ ثانویہ میں حضرت امیرالمومنین علی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محفل میلاد تھی اور شیخ خالصی نے اپنی تقریر میں کہا کہ

"الا لعنت علی الشیعہ ولا لعنتہ علی السنتہ انالا شعیی ولا سنی "

آگاہ رہو" کہ شیعہ پر بھی لعنت ہے اور اہل سنت پر بھی لعنت ہے نہ میں شیعہ ہوں اور نہ میں سنی" سرکار آیت اللہ جاسم فرما رہے ہیں کہ خالصی کو چاہئے تھا کہ صاف کہہ دیتا کہ

ملاحظہ فرمائیں: الشہادت الثالثہ ص ۱۲ مطبوعہ عراق۔

ایساط القارعۃ الخالصی قامعہ ص ۹ مطبوعہ بصرہ عراق۔

خالصی مجتہد نہیں تھا

سلطان المحقق صدر الفقہاء والمجتہدین

آیت اللہ العلامہ سید محمد علی طباطبائی قدس سرہ الشریف

اس تباہ کارخانے میں ایک ایسے شخص نے فتویٰ دیا جو رتبہ اجتہاد تک نہیں پہنچا تھا کہ اذان واقامت میں علی ولی اللہ کہنا حرام ہے اور اس فتویٰ کا کوئی اثر نہیں ہے اس فتویٰ باز شخص کی خواہش ہے کہ شیعوں میں پھوٹ پڑے اور منافقت کی آگ بھڑکے اور اسلام دشمن انگریز اس خالصی کو اس کارنامہ پر شکریہ کا تحفہ پیش کریں۔

ملاحظہ فرمائیں: حاشیہ الانوار النعمانیہ جلد اول ص ۷۰ مطبوعہ تبریز چاپ نو۔

شیخ الشیاطین کی تقلید کرتے ہوئے رئیس لمقصرین شیخ محمد حسین ڈھکو نے بھی پاکستان میں شیعوں کی تفریق کرنے کے لئے شہادت ثالثہ کو بدعت کہا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: اصلاح الرسوم۔

شیخ الشیاطین شیخ خالصی آنجہانی نے اذان واقامت میں شہادت ثالثہ کو حرام قرار دیدیا تو خالصی کے اس گمراہ کن فتویٰ کا رد علماء اعلام اور اکابر مجتہدین عظام نے فرمایا کہ اس کے قول میں کوئی دقعت نہیں کیونکہ وہ مجتہد ہی نہیں سرکار آیت اللہ الامام السید ابوالقاسم الموسوی الخوئی رحمتہ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید سرکار آیت اللہ العلامہ الشیخ عبدالمنعم کاظمی قدس اللہ فرماتے ہیں کہ عارف جلیل علامہ کبیر شیخ اوحد الشیخ احمد احسائی اعلیٰ اللہ مقامہ پر کسی بھی مجتہد نے کفر کا فتویٰ نہیں لگایا سوائے شیخ خالصی کے اور حجتہ الاسلام آیت اللہ السید محمد علی الطباطبائی کے بیان حقیقت ترجمان سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خالصی جس

نے فتویٰ دیا تو وہ خود مجتہد ہی نہیں تو پھر غیر مجتہد کے فتوے کی کیا وقعت؟

علامہ الشیخ محمد حسین ڈھکو صاحب نے اپنی کتاب میں شیخ زین العابدین مازندرانی کا قول نقل کیا ہے کہ "جو شخص مجتہد نہیں ہے اگر احکام شرعیہ میں وہ اپنی طرف سے کچھ کہتا ہے تو اس کا قول مثل اس کے بول (پیشاب) کے ہے۔"

ملاحظہ فرمائیں: اصلاح المجالس والمحافل ص ۸۶ مطبوعہ سرگودھا۔

اب خالصی کا قول بھی مثل اس کے بول (پیشاب) کے ہے۔ ہم خالصی پر بھی لعنت کرتے ہیں اور اس جیسے دیگر ملاؤں پر بھی۔ اور سرکار قائد العارفین شیخ اوحد الشیخ احمد احسائی اعلیٰ مقامہ کا اس لئے احترام کرتے ہیں اور دفاع کرتے ہیں کہ مذہب امامیہ کے جلیل القدر مجتہد، محدث، فقیہہ ہیں اور عظیم المرتبت، متکلم اور عارف جلیل ہیں اپنے دور کے عظیم الشان مجتہد اور فقیہہ ہوئے ہیں ہم شیخ موصوف کے نہ اصول میں مقلد ہیں نہ فروع میں چونکہ وہ ملت جعفریہ کے عظیم محسن ہیں اس لئے ان کا احترام کرتے ہیں ان کو مظلوم عالم دین سمجھتے اور ان کا دفاع کرتے ہیں اس لئے کہ مظلوم کی نصرت واجب سمجھتے ہیں اور کسی مومن کو کافر کہنے والے کو ملعون سمجھتے ہیں۔

حضرت کشائف الحقائق امام جعفر صادق علیہ السلام کا فرمان واجب الاذعان

ملعون ملعون من رمی مومنا بکفر ومن رمی مومنا بکفر فهو کقتلهٗ

ملاحظہ فرمائیں:

سفینۃ البحار جلد دوئم ص ۴۸۴ مطبوعہ نجف اشرف جو کسی مومن کو کافر کہے وہ ملعون ہے مومن کو کافر کہنا اس کو قتل کرنے کے برابر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

سرکار الشیخ الاوحد طاب ثراہ مظلوم عالم دین ہیں

سرکار آیت اللہ شیخ عبدالمنعم کاظمی کا بیان حق ترجمان

نصرت مظلوم:

پس چاہئے کہ ان جاہل ظالموں کی زبانیں بند ہو جائیں جنہوں نے شیخ احمد احسائی پر ظلم ڈھایا ہے اور صاحبان علم وتقویٰ کا فرض ہے کہ وہ ہمیشہ مظلوموں کی نصرت کرتے رہیں ورنہ خداوند عالم خود ان سے اس دن سوال کرے گا جس دن تقصیر کے متعلق سوال ہونا ہے اور یہ آواز آئے گی۔

"وقفوهم انهم مسئولون "سورۃ مبارک الصفت۔ان کو ٹھہراؤ ان سے سوال ہوگا ہاں جناب امیر آپؑ کی اولاد کی ولایت اور ان کے دوستوں سے محبت کے بارے میں بھی سوال ہوگا جنہوں نے عقیدہ حقہ کی نشرواشاعت اور نصرت حق کے سلسلہ میں پورا پورا جہاد کیا اور قتل ہو کر اور جلاوطن ہو کر طرح طرح کی بے شمار اذیتیں برداشت کیں۔

ملاحظہ فرمائیں:

''من كنت مولاه فهذا على مولاه" جلد دہم صفحہ ۳۵۸ مطبوعہ کربلائے معلیٰ

الرسالة الخطابية
في جواب بعض العارفين

بِسم الله الرَّحمن الرَّحِيم

الحمد لله رب العالمين وصلى الله على محمد وآله الطاهرين.

أما بعد ـ فيقول العبد المسكين أحمد بن زين الدين: إنه قد أرسل إليّ بعضُ الإخوان المخلصين من العلماء العارفين الطالبين للحق واليقين بمسألتين يطلب جوابها على سبيل الاستعجال مع كلال البال وتغيّر الأحوال فكتبتُ ما خطر من الجواب لذلك السؤال إذ لا يسقط الميسور بالمعسور وإلى الله ترجع الأمور.

قال ـ سلمه الله تعالى ـ: إن المصلّي حين يقول إياك نعبد وإياك نستعين كيف يقصد المخاطِب بخطابه وأي معنى يعقد قلبه عليه هل يقصد الذات الغير المدركة بصفةٍ من صفاته الجمالية ولا الجلالية أم يقصد شيئاً آخر؟ وعلى التقديرين ربّما يصلي الرجل وحين التكلم بتلك الكلمتين لا يقصد شيئاً وهو غافل ذاهل غير شاعر بقصد شيء فهل تصح صلاته أم لا؟.

أقول: اعلم أن الله سبحانه لا يُدرك من نحو ذاته بكلّ اعتبار وإنما يدرك بما تعرّف به لعبده فكلّ شيء يعرفه بما تعرّف به له فتشير العبارات إليه بما أوجدها عليه وتشير القلوب إليه بما ظهر لها به ولا سبيل إليه إلاّ بما جعل من السبيل إليه وهو جل شأنه يظهر لكل شيء بنفس ذلك الشيء كما أنّه يحتجب عنه به وإلى ذلك الإشارة بقول علي«ع»: لا تحيط به الأوهام بل تجلّى لها بها وبها امتنع منها وإليها حاكمها وكل مظهرٍ لك به فهو مقام من مقامات ذاته فيك وحرف من حروف ذاتك به فمن وصل إلى رتبةٍ قد

ظهر سبحانه له فيها تبين له أنّ المطلوب وراء ذلك وأنّ هذا الذي حسبه إيّاه لم يجده شيئاً ووجد الله عنده فوفّاه حسابه والله سريع الحساب وهكذا وإليه الإشارة بقول الحجة «ع» في دعاء رجب ومقاماتك التي لا تعطيل لها في كل مكان يعرفك بها من عرفك لا فرق بينك وبينها إلّا أنّهم عبادك وخلقك فهذه المقامات هي التي دعاك إليها فيتوجّه إليها قلبك فيجده عندها كما يتوجّه وجه جسدك إلى بيته الكعبة فيجده عندها وتعبُّدك بأنْ تدعُوَه وتعبُده فيها بلا كيفٍ ولا وجدان إلّا لما أوجدك من ظهوره لك وأنّه في كل مقامٍ أقرب إليك من نفسك وليس ما وجدته ذاتاً بحتاً ولو كان ذاتاً بحْتاً لجاز أن تدرك الذات البحْت والذات البحت في الأزل وأنت في الإمكان فيكون ما في الإمكان بإدراك الأزل أو ما في الأزل بكونه مدركاً للممكن في الإمكان تعالى الله عن ذلك علوّاً كبيراً وإلى ذلك أشار أمير المؤمنين «ع» إنّما تحد الأدوات أنفُسَها وتشير الآلات إلى نظائرها وقول الرضا «ع» وأسماؤه تعبير وصفاته تفهيم وقول الصادق «ع» كلّما ميّزتموهُ بأوهامكم في أدقّ معانيه فهو مثلكم مخلوق مردود عليكم وذلك لأنه سبحانه هو المجهول المطلق والمعبود الحق فإذا قلت إيّاك نعبد كنتَ قد قصدتَ شيئاً مخاطَباً وقيدُ الخطاب دلّك على مخاطِب والمخاطَبُ لا يُدْرَك منه إلّا جهة الخطاب كقولك يا قاعد لا تدرك من ذلك المدعو إلّا جهة القعود وإن كنت تعني الموصوف بالقعود لأنّ الموصوف غيّب الصفةَ عند الواصف حتّى أنّه عنده أقرب إليه من الصفة وأظهر منها له لكن الواصف لا يُدْرِك إلّا جهة الصفة من الموصوف كما قال الرضا «ع» وأسماؤهُ تعبير وصفاته تفهيم. وبالجملة كلّ شيء لا يُدْرِك أعلى مِنْ مَبْدئهِ وأنْتَ خلِقْتَ بعد أشياء كثيرةٍ فلا تدرك ما وراءَ مَبْدَئِكَ ومع هذا تُدْرك أنَّك مخلوق وتُدرِك أنّ للمخلوق خالقاً وتُدْرِك أن الخالقَ أوجدَك بفعله الذي وصفتَهُ به وقلتَ خالق وتُدرِك أنّ الخلقَ إيجاد وحركة وتُدرِك أنّها حدثَتْ من الفاعل وتُدرِك أن الفاعل هو المحدث للفعل وتدرك أن تلك الحركة الإيجادية لم تكن قديمة ولم تنفصل من الذات بل إنّما أُحْدِثَت بنفسها فتكون جهةُ الصفة صفة الجهة ولا شيء مما ذكر قديم فلا تُدْرِك إلّا نظائرك في المخلوقيّة وهي الآثار. ومع هذا فهي لا شيْءَ إلّا به فهو أظهرُ منها أيكون لغيرك من الظهور ما ليس لك حتّى يكون هو المظهِرَ لك فهو أقرب إليك من نفسك فإذا قلتَ يا زيدُ كنتَ قد خاطبت شخصاً ودعوته باسمه وهو غيره وأشرتَ إليه والإشارة وجهتها غير ذاته لأن ذاته ليست حيواناً ناطقاً وإشارة واسماً ودعاء بل هذه غيره وهو غيرها مع أنّك تخاطبُه والخطاب وجهته غيره فافهم ما كرّرتُ وردّدْتُ. قال الرضا«ع»: كنهه تفريقٌ بينه وبين خلقه وغيره تحديد لما سواه. فانظر في زيد فإنه حيوان ناطقٌ لا غير

ذلك ولا تدركه بنفس الحيوانية ونفس النطق وإنّما تدركه بمظاهره من الخطاب والنداء والإشارة وغير ذلك وكلها غيره ومع هذا فلا تلتفت إلى شيء منها وإنّما يتعلّق قلبُكَ بذات زيدٍ ولكن تلك الأشياء التي قلنا إنّها غيره هي جهة تعلّق قلبك به وجهة ظهوره لكَ فإذا عرفتَ هذا عرفتَ مطلوبَك. من عرف نفسه فقد عرف ربّه سنريهم آياتنا في الآفاق وفي أنفسهم حتى يتبيّنَ لهم أنّه الحقّ. فإذا قلتَ إيّاك نعبد فأنت تعبد الله وتقصده بعبادتك لا غير على نحو ما قلنا لكَ وهو قوله تعالى: ﴿ولله الأسماء الحسنى فادعوه بها﴾. هذا إذا توجهتَ وأما إذا غفلتَ وذهلت فإنّك حينئذ قد توجهتَ إلى شيء من أحوال الدنيا أو الآخرة وهي كلها بالحقيقة ليست شيئاً إلاّ بظهوره فيها فإذا غفلتَ عنه لم تغب عنه ولم يغب عنك قال الصادق «ع» في قوله تعالى: ﴿أولَم يكفِ بربِّك أنه على كل شيء شهيد﴾ قال «ع»: يعني موجود في غيبتك وفي حضرتك فصلاتُك صحيحة بمعنى أنّها مجزيةٌ وقد تكون غير مقبولةٍ بمعنى أنّها غير موجبةٍ للجنّة وحدها بدون غيرها من الأعمال ووجه صحتها وإجزائها أنّك قد دخلت في الصلاة وأنت مقبل عليه بنيّتك عند أوّل التكبير وإلاّ لم تصحّ أصلاً فإن قلتَ قد أتوجّه إلى النيّة المعتبرة عند الفقهاء غير ملتفت إلى ما يقصده العارفون قلتُ: إن فعلك لما أمرك به يلزمك منه امتثال أمره ولو إجمالاً كما يلزمك منه القرب إليه بذلك العمل ولو إجمالاً كل ذلك توجّه إليه من حيث أمر إلاّ أن مقام العابدين تحت مقام الموحّدين وكلّها مقامات المعبود سبحانه فهذا القصد في الحقيقة لا غفلةَ فيه ثم في باقي الصلاة يستمرّ القصد حكماً واختلف الفقهاء في معناه فقال بعضهم هو ألاّ يحدثَ نيّةً تنافي نية الصلاة وقال آخرون هو العزم وتجديده كلّما ذكرت والخلاف مبني على الخلاف في أن الموجود الحادث الباقي هل يحتاج في بقائه إلى المؤثر أم لا والحقّ الأول في المسألة الكلامية فالأصح الثاني في المسألة الفقهية ووجه عدم مقبوليتها أن النية التي هي روح العمل كانت في الابتداء فعليّة فإن أقبل على كل صلاته كانت بمنزلة توجّه الروح إلى الجسد في تدبيره فهو حي مشعر مدبِّر لأموره كما هو حالة اليقظة وإذا كانت في باقي الأفعال حكميّة كانت بمنزلة روح النائم في جسده هي مجتمعة في القلب فبشعاعها السفلي الذي هو وراءها وخلفها كانت متعلقة بالبدن وأما وجهها فهو متوجّه إلى جابلسا وجابلقا وهورقليا فمن جهة أنّها في القلب كالنية الفعلية في التكبير وشعاعها السفلي في سائر البدن حالة النّوم كالنية الحكمية قلنا إن الصلاة صحيحة مجزيةٌ كما أن الإنسان في حالة النوم يصدق عليه أنه حيّ ومن جهة غفلته عن النية فعلاً في سائر الصلاة وإنّما في الباقي القصد الأول كالنائم قلنا إنه لم يستقل بالمقبولية الموجبة للجنّة بل لا بد من انضمامها إلى

ما يكمّلها كما أن النائم إنّما نحكم له بالحياة التي ينتفع بها بانضمامها إلى حياة اليقظة فافهم.

قال ـ سلمه الله تعالى ـ: وقد روي عن جعفر الصادق«ع» أنه قال: لقد تجلّى الله لعباده في كلامه ولكن لا يبصرون وروي أنه كان يصلّي في بعض الأيام فخرّ مغشياً عليه في أثناء الصلاة فسئل بعدها عن سبب غشيته فقال ما زلتُ أردّدُ هذه الآية حتى سمعتُها من قائلها قال بعض العارفين إن لسان الصادق «ع» كان في ذلك الوقت كشجرة الطور عند قول إني أنا الله، أفيدوا أن هذا السماع من القائل أي معنى له فلو قيل: إيّايْ اعبُدْ وإياي استعِنْ بقول: إيّاك نعبد وإيّاك نستعين فالقول قول العابد لا قول المعبود وهذا الاستماع بهذا الإذن الجسماني أي معنى له؟

أقول: الحديث مشهور والأدلة النقليّة والعقلية تؤيّده ومعنى تجلّيه في كلامه ظهوره بكلامه في كلامه ومعنى ذلك أنّ الكلام لا يقوم بدون ما يستند إليه وذلك المستند إليه هو جهة التكلم من المتكلم على حد ما سبق في المسألة الأولى فراجع تفهم فمن أشعر بظهوره له فقَدَ نفسه لأنه عرفها وهو قول علي «ع» لكميل جذب الأحديّة لصفة التوحيد ومن لم يشعر جهل نفسه فكان الصادق «ع» لمّا أشعر بالتجلّي فقد نفسه إذْ عرفها فخرّ مغشيّاً عليه حيث لا يقدر على الاستقرار وكثيراً ما تكون هذه الحالة على جده «ص» والأوصياء «ع» لأنه تجلّى له كما تجلّى لموسى «ع» إلاّ أن المتجلّي لموسى «ع» مثل سمّ الإبرة من نور الستر، وجعفر«ع» تجلى له جميع نور الستر ويجب معه ذلك وبيانه على ما ينبغي مما ينبغي لأنه من علمهم «ع» المكنون وأمّا على مذاق غيرهم فهو سهل وذلك لأن الشيء لا يتقوم إلاّ بالوجود والماهيّة فهو مجموعها لا أحدهما فالوجود بدون ماهيّة لا يحسّ والماهيّة بدون وجودٍ لا حياة لها فليس أحدهما شيئاً إلا بالإيجاد وشرط قبول الإيجاد انضمام أحدهما إلى الآخر فالوجود وجه فعل الله والماهيّة نفسُ الوجود من حيث نفسه فإذا أشعر العبد بالتجلّي فإنّما يشعر بوجوده والوجود نور الله قال «ع»: اتقوا فراسة المؤمن فإنه ينظر بنور الله يعني بوجوده ولا يلتفت إلى الماهيّة أصلاً فينفكّ تركيبه في شعوره لا في ظاهره لأنه لم يتجلّ للجبل فيقع لأنّ القيام بالتماسك وقد فُقِد في غيبه وأمّا مغشياً عليه فلأنه ساجد تحت العرش بين يدي الله سبحانه قد استولى عليه نور الظهور كاستيلاء حرارة النار على الحديدة المحميّة فإنّ النار حقيقة هي الحرارة واليبوسة وهي لا تحسّ والحرارة التي ظهرت على الحديدة فإنما هي من صفة النار وظهورها فظهرت النار بفعلها على

الحديدة كما ظهر المتكلّم بكلامه على قلب الإمام «ع» والظهور هو المرتبة الخامسة للذات فقول بعض العارفين إنّ لسان الصادق «ع» كشجرة الطور مجازٌ أو تمثيل للمجهول بالمعلوم وإلاّ فشجرة الطور هي ثاني رتبةٍ في الظهور للسان الصادق «ع» ولو قال شجرة الطور كلسان الصادق «ع» لكان كالصادق فقوله «ع»: حتى سمعتها من المتكلّم يراد به من المتكلّم ما أشرنا إليه في المسألة السابقة وفي هذه من ظهور المتكلّم فيما يستند الكلام إليه من صفة فعله التي هي فعله بكلامه سبحانه له عليه السلام وهذا السماع هو في الحقيقة قابليّة الوجود التشريعي الذي هو روح التشريع الوجودي وهو أن تكون حقيقة الإمام «ع» أذناً واعية للملك العلاّم وقولك فلو قيل إيّايَ أعبُدْ الخ، لا يصحّ هذا الكلام إلاّ إذا كان المتكلّم يتكلّم بما يخصّه لا بالمخاطب فإنّه حينئذ يجري الكلام في حكاية المظهر فلا يصحّ أن يعني نفسه بالخطاب المحكي وإذا كان المتكلّم يتكلّم بالمخاطب للمخاطب كان المخاطب هو النصف الأسفل من وجود الخطاب فلا يحسن أن يقال إيّاي اعبُد فلا يتوجّه الخطاب إلى الحاكي إلاّ بقرينة. فالقول قول المعبود بالعابد فافهم.

وأمّا قولكم أيدكم الله تعالى فهذا الاستماع بالأذن الجسماني الخ، فجوابه أن هذا الاستماع أعلى مراتبه فؤادُهُ وأذنه إذ ذاك الحقيقة الأوليّة التي هي فلك الولاية المطلقة ومقام أوْ أدنى وبعده أذنُ قلبه وهي قاب قوسين ثم أُذُن روحهِ عند عروجه في الحجاب الأصفر حجاب الذهب إلى ذلك المقصود الأكبر ثم أذن نفسه. وهكذا إلى أذنِ جسمه ثم أذن جسده فكل مقام سمع فيه كلام المتكلم من المتكلم هو مظهره لأنه ظهر فيه. وقد تقدّم أن معنى ظهر فيه ظهر به فافهم. وقد اختصرنا الجواب اعتماداً على حسن الاستماع والفهم اللمّاع ولضيق الوقت واستعجال الجواب والحمد لله رب العالمين وفرغ من تسويدها العبد المسكين أحمد بن زين الدين في السابع عشر من شهر ربيع الثاني سنة ١٢٢٤.

والحمد لله وحده.

مصباح العارفین

فی تفسیر

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

ترجمہ

رسالہ مبارکہ خطابیہ

تصنیف لطیف

سرکار صدر الفقہاء والمجتہدین سلطان الحکماء والمتألہین

الامام الراحل الشیخ الاجل اوحد

الشیخ احمد بن زین الدین الاحسائی رضوان اللہ تعالیٰ

دارالتبلیغ الجعفریہ پوسٹ بکس نمبر ۱۵۲۵ اسلام آباد، پاکستان

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العٰلمین وصلی الله علی محمد و اله الطاهرین

اما بعد

سوال: حالت نماز میں جب نماز گذار جب وَاِیّاکَ نَسْتَعِیْن پڑھتا ہے تو وہ یہاں اپنے خطاب سے اپنے دل میں کسی معنی کا اعتقاد رکھے؟

آیا کہ وہ یہ قصد کرے کہ ذات خداوندی جس سے میں مخاطب ہوں اپنی صفات جمالیہ اور جلالیہ میں سے کسی صفت کے ساتھ بھی انسانی ادراک میں نہیں آسکتی۔

یا ذات خداوندی کے سوا کسی اور چیز کا قصد کرے اور پھر ان دونوں صورتوں میں بسا اوقات ایک شخص نماز پڑھ رہا ہوتا ہے جب نمازی ان دوکلموں کو پڑھتا ہے تو قلبی قصد کا اس کو شعور ہی نہیں ہوتا تو کیا اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں۔

جواب: اللہ سبحانہ کی ذات کسی اعتبار بھی ادراک نہیں کی جاسکتی۔

اس کی ذات کا ادراک ناممکن ہے۔ا۔البتہ اس نے اپنے ہر بندے کو اپنے عرفان کا جو طریقہ بتلایا ہے اس طریقہ سے اس کا ادراک کیا جاسکتا ہے اس کے سوا نہیں۔

اصل ہر شئے کو اپنے تعارف کا طریقہ اللہ تعالیٰ نے ہی سمجھایا ہے لہٰذا وہی شئے اس کے تعارف کا طریقہ ہوسکتی ہے۔

الفاظ اور عبارات کو اللہ تعالیٰ نے جن معنوں پر ایجاد کیا ان معانی کے ساتھ ہی وہ الفاظ (اللہ) کی طرف اشارہ کریں گے اور قلوب کے سامنے اللہ جس طریق سے ظاہر ہوا ہے اسی طریق سے قلوب بھی اس کی جانب اشارہ کریں گے۔

خلاصہ یہ کہ معرفت خدا کا طریقہ صرف وہی ہوسکتا ہے جو خود انہوں نے بنایا ہے اور ہر

شئے اپنی ذات ہی کے ذریعے خدا کی معرفت رکھتی ہے اور خدا اس شئے کے ذات ہی کے ذریعہ اس شئے کے پردہ میں رہتا ہے۔

فرمان امیر المومنین علیہ السلام میں اسی کی طرف اشارہ ہے لا تحویۃ خوا طرالا افکار والا تمثلہ غوامض الظن فی الاسرار (مصباح المتھجد ص ۶۹۷) تعالیٰ کہ اوہام خیالات اللہ کا علمی احاطہ نہیں کر پاتے حاشیہ ا) بلکہ اللہ تعالیٰ خود ان اوہام خیالات کی ذات کے ذریعہ سے ظاہر ہوتا اور پوشیدہ رہتا ہے اور ان اوہام کی ذات کی طرف ہی اس کے احکام پہنچتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر شئے کو خدا اپنی ذات ہی کے ذریعہ پہچنوایا) ہے اور انسان بھی اس کی ذات پہچنواتا ہی کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل کرسکتا ہے وہ صفات جو خدا نے تیری ذات میں اللہ کی نسبت سے اس تک پہنچنے کے مقامات اور مراتب ہیں اے انسان تیری نسبت سے یہ صفات تیری ذات کے پیدا کردہ حروف ہیں جن کے ذریعہ تو اللہ کی تعریف کرتا ہے۔

مثلاً علم جو معرفت خدا کا ایک مقام ہے جو اس کی ذات سے پیدا ہوا ہے مگر تیری نسبت سے حروف کا ایک مجموعہ ہے جس کے ذریعہ تو اللہ کو علیم کہتا اور اس کی حمد وثناء کرتا ہے مگر ان صفات کے مختلف مراتب ہیں انسان جب کسی مرتبے تک پہنچتا ہے تو اللہ کو اس مرتبہ سے بلند تر پاتا ہے یہاں تک جب انسان آخری مرتبہ پر پہنچتا ہے تو وہاں اپنے مطلوب یعنی اللہ تعالیٰ کو پالیتا ہے پھر وہ اپنا پورا حساب کتاب اس کے سامنے رکھتا ہے۔

حاشیہ ۳: انا ذات الذوات انا الذات فی الذوات لذات فرماتا ہیں ذات ہی ذاتوں کے اور ذات ہو ذاتوں میں ذات کے لیے یہ ذات دراصل ذات علوی وحقیقت محمدیؐ ہے جس کے متعلق دعاء صباح ہیں مامن دلہ ذاتہ بذاتہ اسی حقیقت محمدیہؐ وعلویہؑ سے معروف خدا نما ہوئی ہے۔

سرکار امام زمان عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف نے اس حقیقت کو دعائے رجبیہ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ اے رب العزت تیرے مقامات کسی جگہ اپنے کام سے معطل نہیں ہوتے جو شخص تیری معرفت حاصل کرنا چاہے ان کے ذریعے حاصل کرسکتا ہے تیرے اور ان مقامات کے درمیان کوئی فرق نہیں مگر یہ کہ وہ تیرے بندے اور مخلوق ہیں انہی مقامات کے ذریعے انسان تجھے پکارتا ہے اور تیری عبادت کرتا ہے۔ یہاں مقامات سے مراد ہی صفات ہیں جن کی طرف آئے انسان تو متوجہ ہوتا ہے جیسے خانہ کعبہ کی طرف تو متوجہ ہوتا ہے مگر ان مقامات کا کوئی کیف و وجدان تجھے حاصل نہیں

تو صرف ان ہی کے ذریعے معرفت حاصل کرتا ہے اور ان ہی کے ذریعہ اللہ تیرے لئے ظاہر ہوتا اور تیری ذات سے بھی زیادہ تیرے قریب ہوتا ہے یہ ظہور اور قرب تیری اپنی صفات میں ہوتا ہے جن کو خدا نے اپنی صفات سے پیدا کیا ہے۔

مگر یہ یاد رکھنا کہ جس چیز کو تو اپنی ذات میں ادراک رکھتا ہے وہ اللہ کی ذات محض نہیں اس لئے کہ تو عالم امکان میں موجود رہتا ہے اور عالم امکان میں رہ کر ازل یا کسی ازلی چیز کو ادراک کیا جائے تو وہ بھی ممکن ہو جاتی ہے اور اللہ ممکن ہونے سے پاک اور برتر ہے اس لئے کہ جو چیز ممکن کے ادراک میں آتی ہے وہ بھی ممکن ہوا کرتی ہے اور ذات خداوندی ممکن نہیں بلکہ واجب الوجود ہے۔

حاشیہ ۱﴾ آیت اللہ روح اللہ موسوی خمینی فرماتے ہیں حضرات آل محمد علیہم السلام قبلہ آفاق اور ارباب اللہ علیٰ طلاق ہیں ان کی طرف توجہ کرنا اللہ کی طرف توجہ کرنا ہے "من اراد اللہ بکم ومن وحدہ قبل عنکم ومن قصد توجہ بکم "جو اللہ کا ارادہ کرتے ہیں تو ابتداء آپؑ سے کرتے ہیں اور جو اس کی توحید کا قائل ہو تو آپؑ کی ذریعے عقیدہ قبول کرتا ہے جو اللہ کا قصد کرے آپکی طرف توجہ کرتا ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: پرواز در ملکوت جلد اول ص ۲۷۴ مطبوعہ ایران﴾۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انسانی صفات اور الٰہی صفات کے حروف ایک جیسے ہیں مگر وہ حروف جو انسانی صفات کو ظاہر کرتے ہیں اپنی نظیروں کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور وہ نظیریں صفات الٰہیہ ہیں۔مثلاً علم انسانی کی نظیر علم خداوندی ہے تو علم الٰہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ اللہ کے اسماء اس کی تعبیر ہیں اور تفہیم ہیں اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس چیز کو تم اپنے خیالات میں دقیق ترین معنوں کے ساتھ تمیز کرتے ہو وہ چیز تمہاری اپنی صفت اور مخلوق ہوتی ہے جب کہ ذات خداوندی مجہول مطلق اور معبود برحق ہے۔

ان فرامین معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین کی روشنی میں اب یہ سمجھ لے کہ جب تو "**اِیَّاکَ نَعۡبُد**" پڑھتا ہے تو تیرا مقصود مخاطب ہوتا ہے اور تیرا خطاب اس مخاطب پر دلیل ہوتا ہے مخاطب کا ادراک تو نہیں کر سکتا مگر خطاب کے ذریعہ تو اس کو پہچان لیتا ہے کہ وہ تیرا مطلوب ہے جیسے تو مخاطب کر کے کہے۔یا قاعد!۔

تو تیرے مخاطب کی ذات صفت قعود کو خود میں چھپا لیتی ہے لہٰذا صفت قعود تجھے نظر نہیں آتی مگر اسی صفت کے ذریعہ تو اپنے مخاطب کو پہچانتا ہے۔

اس لئے صفت قعود طریقہ ہے تیرے مطلوب کو جان لینے کا اور وہ مطلوب تیرا مخاطب ہے اسی طرح خدا کی صفت خطاب کے ذریعے تو اپنے مطلوب یعنی خدا کو جان لیتا ہے۔

تفصیل اجمال

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان صرف اپنے مبداء کو سمجھ سکتا ہے اس سے بالاتر چیز کو نہیں سمجھ سکتا تو اے انسان تو بے شمار چیزوں کے بعد پیدا ہوا ہے اور تیرا مبداء تیری ابتدائی تخلیق ہے اس لئے تو اپنے متعلق یہ جانتا ہے کہ تو مخلوق ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ

مخلوق کا کوئی خالق ہوا کرتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ خالق نے اپنے فعل حرکت ایجادیہ کے ذریعہ تجھے موجود کیا ہے اور یہ حرکت ایجادیہ قدیم اور ازلی نہیں مگر ذات خالق سے جدا بھی نہیں بلکہ اس کی ذات سے پیدا ہوئی ہے اس لئے یہی حرکت خالق کی معرفت کا طریقہ ہے یہ حرکت ایجادیہ تیرے سامنے ظاہر نہیں مگر اس کے ذریعے تو اپنے خالق کو پہچانتا ہے اور اس کی صفت خالق کو بھی بیان کرتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ انسان صرف انہی چیزوں کو ادراک کرسکتا ہے جو انسان جیسی ہوں اس لئے انسان صرف اپنی صفات کا ادراک کرتا ہے اور یہ صفات اس کے مطلوب خالق کو اس کے سامنے ظاہر کرتی ہیں۔

اور یہ اس خالق کو مخاطب کرتا ہے بنابریں انسان کا مقصود خالق کی ذات ہوتی ہے مگر اس کی معرفت کا طریقہ صفت خالقیت ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے تمہارے سامنے زید موجود ہے اور تم اس کو "یا زید" کہہ کر اس کی طرف اشارہ کرو اور اس کو بلاؤ تو یہاں تیرا مطلوب ذات زید ہوگی جو حیوان ناطق ہے اور اس کا نام زید ہے اور تیرا اشارہ کرنا اور اس کو پکارنا یہ سب چیزیں ذات زید کی غیر ہیں مگر ان ہی چیزوں کے ذریعے تو اپنے مطلوب زید کو جانتا اور اس کی طرف تیرا دل متوجہ ہوتا ہے اسی طرح ذات خداوندی تیرا مطلوب ہے مگر اس کی معرفت تو اپنی صفتوں کے ذریعے حاصل کرتا ہے جو صفتیں خدا کی مخلوق اور خدائی صفات کی نظیر ہیں ان نظیروں کے ذریعہ تو صفات الٰہیہ کی معرفت حاصل کر کے ذات خداوندی کو اپنا مطلوب بناتا ہے اور پھر اس کو مخاطب کرتا ہے اور تیرا قلب ان صفات کے آئینہ میں تیرے مطلوب کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اِیَّاکَ نَعۡبُدُ میں اسی خطاب کے طریقہ سے اللہ کو اپنا مطلوب بنالیتا ہے اسی تحقیق سے "وَنَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ" (سورۃ ق) کہ اللہ انسانی صفات کے اندر شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے کیونکہ انسانی صفات انسان سے زیادہ ہی قریب ہوا کرتی ہیں اور "من عرف

نفسہ فقد عرف ربہ" کی حقیقت بھی واضح ہوگئی اس لئے کہ انسان اپنی ذات کو صفات سے جانتا ہے اور ان صفات کے ذریعہ رب کی معرفت حاصل کرتا ہے اور اس فرمان کی حقیقت بھی واضح ہوگئی۔

"سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ" (سورۃ حم سجدہ) یعنی ہم عنقریب اپنی نشانیاں کائنات میں بھی اور خود ان میں بھی لوگوں کو دکھا دیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہی حق ہے یہ تفصیل اس صورت کے لئے تھی جب تو نماز سے غافل نہ ہو اور اگر نماز میں تجھ سے ذہول ہو جائے تو پھر سمجھ لے کہ تو غافل ہے۔

(معاذ اللہ) اللہ غافل نہیں۔

ارشاد رب العزت ہے "وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ" (سورۃ مومنون) یعنی ہم مخلوقات سے بے خبر نہیں ہیں اور جب تو نماز میں غافل ہو جائے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ تو دنیا یا آخرت کے معاملات اور حالات کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور ان معاملات اور حالات کے اندر بھی خدا کا ظہور موجود رہتا ہے اس لئے نہ تو اللہ سے غائب ہوتا ہے اور نہ ہی خدا تجھ سے غائب ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے خدا کے اس فرمان "اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ" (سورۃ حم سجدہ) کیا تمہارا پروردگار اس کے لئے کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور حاضر موجود ہے کہ بارے میں فرمایا کہ خواہ تو اپنے دل میں خدا سے غائب ہو جائے یا خدا کے سامنے خود کو حاضر رکھے ہر حال میں رب تیرے پاس موجود رہتا ہے۔ تو جب اللہ تیرے سامنے موجود رہتا ہے تو اس لئے تیری نماز صحیح اور درست ہے مگر کبھی کبھی نماز صحیح بھی غیر مقبول ہوا کرتی ہے اور اس کے ذریعے بغیر دوسرے اعمال

کے جنت نہیں ملتی۔

اگر تو یہ سوال کرے کہ ابتداء میں نماز میں جو نیت کی جاتی ہے وہ فقہاء کے نزدیک معتبر ہوتی ہے مگر عارفین کے نزدیک نہیں ہوتی جب تک ابتداء نماز سے انتہا تک باقی نہ رہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ابتداء میں تو نے نیت کر لی تو اس کے ذریعے تو نے حکم خداوندی کی اطاعت اور اس کے قرب کا اجمالاً قصد کر لیا اور یہ اجمالی قصد ہی اعمال کی صحت کے لئے کافی ہے البتہ عابدین کا مقام موحدین کے مقام سے کم ہوا کرتا ہے مگر یہ سب مقامات معبود حقیقی کے مقامات ہیں اس لئے تیرا یہ قصد فی الحقیقت ایسا ہے جس میں کوئی غفلت نہیں۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ نیت ابتداء نماز میں ہی کافی ہوا کرتی ہے یا اس کا دوام آخر تک ضروری ہے تو فقہاء کے اس میں دو مسلک ہیں۔

اول:۔ یہ کہ ابتداء کی نیت کافی ہے جب تک انسان میں نیت کے منافی کوئی دوسری نیت نہ کرے اس وقت تک یہ نیت حکماً باقی رہتی ہے اور نماز درست رہتی ہے۔

دوم: اور دوسرا مسلک یہ ہے کہ نیت بار بار تجدید کرتے رہنا اور آخر تک اس کو باقی رکھنا نمازی کے لئے ضروری ہے اگر کوئی شخص ابتداء نیت کے بعد اس کا دوام باقی نہ رکھے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

یہ اختلاف علم کلام کے ایک دقیق مسئلہ پر مبنی ہے

وہ مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی چیز موجود ہوتی ہے کیونکہ ہر موجود حادث اپنے موجد کا ابتداء میں محتاج ہوتا ہے مگر کیا موجود ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنی بقاء میں ہر وقت موجد کا محتاج ہوتا ہے یا نہیں ایک طبقہ کہتا ہے کہ اپنی بقاء میں بھی وہ موجد کا محتاج ہوتا ہے اور دوسرا طبقہ کہتا ہے کہ نہیں اور علم کلام میں دوسرے طبقے کا مسلک صحیح ہے اس لئے نیت تا آخر نماز تک اپنی بقاء میں تجدید کا محتاج ہونا ضروری نہیں اور فقہاء کا یہی مسلک صحیح ہے۔

جب ابتداء میں نیت ہو جائے اور بعد میں غفلت تو یہ نماز غیر مقبول ہوگی اس کو سمجھنے کے لئے یہ سمجھ لینا ضروری ہے انسانی وجود میں روح انسان کو زندہ رکھنے والی ہوتی ہے مگر اس روح کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک بیداری کی حالت جب روح بالفعل انسانی جسم کو زندہ باشعور رکھ کر اس کے اعمال کی تدبیر بھی کرتی رہتی ہے اور دوسری حالت نیند کی ہے اس وقت روح قلب میں موجود رہتی ہے اور بالفعل قلب کو زندہ رکھتی ہے مگر قلب سے باہر اس کی شعاعیں دو حصوں میں بٹ جاتی ہیں شعاعوں کا نچلا رخ بدن کے پس و پیش بالائی حصہ عالم اعلیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اسکی توجہ جابلسا، جابلقا اور مقام ہورقلیا کی طرف رہتی ہے[1]۔ اس لئے بدن کا شعور اور تدبیر اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جو نیت عمل کے لئے روح کا درجہ رکھتی ہے اگر وہ ابتداء نماز سے انتہاء تک ہر لمحہ باقی رہے تو اس کی مثال بیدار انسان کی ہے اس لئے کہ نیت روح عمل ہے جو عمل کی سب تدبیروں کو سرانجام دیتی رہتی ہے اس لئے یہ نماز مقبول ہوگی۔

اور جو نیت ابتداء میں ہو اور بعد میں باقی نہ رہے تو اس کی مثال اس انسان کی ہے جو نیند میں ہو جس طرح اس کی روح قلب میں رہ کر اس کو زندہ رکھتی ہے۔

اسی طرح یہ نیت بھی ابتلاء نماز میں جو قلب نماز ہے موجود رہتی ہے اور اس کی کم درجہ کی شعاعیں بھی اس کی نماز پر پڑتی رہتی ہیں مگر شعاعوں کا اعلیٰ حصہ نماز کی طرف متوجہ نہیں رہتا اس لئے یہ نماز صحیح ہونے کے باوجود غیر مقبول ہوگی اور یہ نیت ابتلاء نماز میں فعلی ہوگی جس کا اثر بالفعل ہوگا اور باقی نماز میں حکمی ہوگا یعنی اس کا اثر حکم نماز میں ہوگا اور یہ حکم صحیح ہوتا ہے۔

حاشیہ [1]: سونے والے انسان کی روح حالت نیند میں مکان و مقام کی حدود سے باہر جاتی ہے مختلف ممالک اور شہروں کی سیر کرتی ہے اس کی روحانیت اعلیٰ ہو تو اولیاء کی صحبت میں جا ملتا ہے اور اگر بُری صحبت میں ہو تو سفلی مقامات پر پہنچ کر گندے خواب دیکھتا ہے۔ مترجم موسوی

سوال:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے اپنے کلام میں ظاہر ہوتے ہیں لیکن بندے اسے دیکھ نہیں سکتے اور یہ بھی روایت ہے کہ ایک مرتبہ وہ نماز کے دوران غش کھا کر گر گئے بعد میں جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپؑ نے فرمایا کہ میں آئیہ "**اِیَّاکَ نَعۡبُدُوَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ**" کو بار بار پڑھ رہا تھا حتیٰ کہ میں نے اسے خود اس کے متکلم یعنی اللہ سے سنا☆۔

بعض عارفین نے اس کی تشریح میں کہا ہے کہ اس وقت لسان امام شجرہ ،طور کی مثل ہو چکی تھی جس میں سے اللہ نے حضرت موسیٰ کو "انی اناالله" فرمایا تھا۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ آیت جو قول عابد کی حکایت ہے جب اللہ تعالیٰ نے اس کی تلاوت کی تو انہوں نے یہ فرمایا کہ میں اپنی ہی عبادت کرتا ہوں اور خود اپنے آپ سے مدد طلب کرتا ہوں۔

کیونکہ اگر اسے قول معبود مان لیں تو پھر اس سے یہی مراد لیا جائے گا کہ اصل میں قول عابد ہے لیکن اس وقت یہ بھی قول معبود بن گیا تھا یا اس کا کوئی اور مطلب ہوگا اور پھر یہ بھی سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ان جسمانی کانوں کے ساتھ کلام اللہ کو خود اللہ کی زبانی سنا جا سکتا ہے حالانکہ ایسا ہونا ناممکن ہے تو پھر اس روایت کا مطلب کیا ہوگا جواب سے نوازیئے۔

جواب:۔

یہ حدیث مشہور ہے دلائل عقلیہ اور نقلیہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں اپنے خاص بندوں کے سامنے ظہور فرمایا کرتے ہیں اور اس ظہور اور تجلی کا معنی یہ ہے کہ کلام بغیر تکلم کے قائم نہیں ہو سکتی اور تکلم متکلم کا فعل ہوتا ہے جب کوئی نیک بندہ کلام الٰہی کی تلاوت کرتا ہے تو اس وقت فعل تکلم طریقہ ہوتا ہے متکلم کی معرفت کا اور اس معرفت کا اعلیٰ درجہ متکلم کا ظہور ہے۔

☆(کلمات مکنونہ من علوم اہل الحکمۃ والمعرفۃ ص ۱۱۳،۱۱۴ مطبوعہ ایران)۔

چونکہ متکلم اللہ ہے جب وہ کسی بندے کے سامنے ظہور کرتا ہے اور اس کو ظہور کا شعور ہو جائے تو اس وقت وہ اپنی ذات کو مفقود پاتا ہے اور جس کو اس ظہور کا شعور نہ ہو وہ اپنی ذات کو موجود پاتا ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے کمیلؒ کو (جو حاملان اسرار میں سے تھے) فرمایا کہ اللہ کی احدیت کو صفت توحید کے طریقہ سے اپنے اندر جذب کریں۔(جذب الاحدیۃ لصفۃ التوحید، کلمات مکنونہ ص ۳۰ مطبوعہ ایران۔ اس فرمان کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدا کی ذات احد بطریق توحید بندے کے سامنے ظہور فرما ہو۔☆

جب انہوں نے اپنی ذات کو مفقود پایا تو پھر ان کے لئے برقرار رہنا ناممکن تھا اور یہ حالت آپؑ کے جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اوصیاء علیہم السلام پر اکثر طاری ہوا کرتی تھی اور نور خدا اس کا حجاب ہے اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے سوئی کے ناکے کے برابر تجلی ریز ہوا تھا مگر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے نوراً نور ظاہر ہو گیا تھا۔ اس مقام کی کماحقہ تفسیر ناممکن ہے کیونکہ یہ معصومینؑ کے پوشیدہ علم میں سے ہے اور ہم یہاں عام طریقہ پر اس کو سمجھ اور سمجھا سکتے ہیں مگر اصل حقیقت کا سمجھانا ناممکن ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ کوئی موجود چیز دو چیزوں کا مجموعہ ہوا کرتی ہے ایک اس کی ماہیت اور دوسرا اس کا وجود جس کا سحسا بلا ماہیت نہیں ہو سکتی اور اس چیز کو موجود کرنا اللہ کا فعل ایجاد ہے پس یہی طریقہ ہے موجد کی معرفت کا اور وہ موجد اللہ ہے اور ایجاد کی حقیقت ماہیت اور وجود کو باہم دیگر ملا دینا ہے۔

☆ آیت اللہ خمینی طاب ثراہ فرماتے ہیں صلوٰۃ وصل سے مشتق ہے پس آئمہ ہدیٰ علیہم السلام وہ ہیں جو مقام قرب ووصال حضرت حق متعال کے اس مقام پر ہیں کہ کسی مخلوق کو اس مقام تک رسائی نہیں چنانچہ صادق علیہ السلام نے فرمایا "لنا مع حالات هوا فيها نحن ونحن فيها هوا الا انه هو هو ونحن نحن الله "کے ساتھ ہمارے ایسے حالات ہیں جن میں وہ "ہم" ہوتا ہے اور "ہم" وہ ہوتے ہیں مگر ہم ہم ہیں اور وہ وہی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: (پرواز در ملکوت جلد اول ص ۲۴ مطبوعہ ایران)۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا"اتقوا من فراسته المومن فانه ینظر بنور الله "یعنی فراست مومن سے بچو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے یہاں نور سے مراد اس کا اپنا وجود ہوتا ہے جب اللہ کا بندہ اپنے وجود سے جو نور الٰہی ہے اللہ کے ظہور کا شعور حاصل کرتا ہے تو اس وقت اس کا وجود اور اس کی ماہیت کی ترکیب بظاہر نہیں لیکن اس کے شعور میں ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شجرۂ طور پر جب نور خدا کا ظہور ہوا تو وہ شجر اور پہاڑ اپنی جگہ پر قائم رہے اس لئے کہ انہیں نور خدا کے ظہور کا شعور حاصل نہیں تھا۔ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام پر اس لئے غشی طاری ہوگئی کہ وہ اس وقت عرش الٰہی کے نیچے سجدہ ریز تھے اور نور الٰہی ان پر غالب آ چکا تھا اور وہ نور ان کے اپنے وجود میں ظاہر ہوگیا تھا۔[1]

اس کی مثال یوں ہے:

جیسے آگ، جس کی حقیقت حرارت اور جلانا ہے مگر یہ آگ کسی کو نظر نہیں آسکتی البتہ لوہا جب گرم ہو کر سرخ ہو جائے تو وہاں نظر آتی ہے اور اس میں نظر آنے والی چیز حقیقت میں آگ نہیں بلکہ لوہے کے جسم میں اس کا فعل ہوتا ہے اور اس فعل ہی کے ذریعے آگ کا ادراک ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا کے نور کا ادراک بھی امامؑ کے وجود میں اللہ کے فعل ایجاد کے ذریعہ ممکن ہوا۔ مگر یاد رہے کہ قلب امام پر اس وقت ظہور الٰہی کا پانچواں مرتبہ تھا۔

رہا بعض عارفین کا یہ کہنا کہ اس مقام پر (لسان امامؑ) شجرہ طور لسان امام کی طرح تھا تو پھر بات درست تھی مگر لسان امام کو شجرہ طور جیسا قرار دینا درست نہیں۔[1]

حاشیہ ا۔
لنا مع حالات نحن فیها هو و فیها نحن ، ہم وہ ہوتے ہیں اور وہ ہم ہوتا ہے مگر ہم ہم رہتے ہیں اور وہ وہ رہتا ہے اسی معنوی مقام کی طرف اشارہ ہے۔ از مترجم

حاشیہ مترجم: فَلَمَّا اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰۤی اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ.

(ترجمہ): پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام وادی یمن کے بقعہ مبارکہ میں پہنچے تو وہاں ایک شجرہ مبارکہ سے یہ نداء آئی اے موسیٰؑ! میں ہی تو جمیع عوالم کا رب ہوں۔

یہ شجرہ نداء کون؟

جس شجرہ طیبہ سے یہ ندا آئی کہ اے موسیٰؑ میں پروردگار عالمین ہوں اس جگہ کو علماء اعلام نے اور مفسرین کرام اعلی اللہ لھم المقام نے شجرہ طور سے تعبیر کیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جو وحی پہنچی وہ یہیں سے جاری ہوئی تھی اور اسی شجرہ مبارکہ کی نداء وحی الٰہی بن جاتی اور تورات کہلاتی۔ وہ شجرہ طیبہ جس سے یہ نداء آئی تھی عام طور پر اس کے متعلق مورخین اور مفسرین نے عجیب وغریب گمراہ کن سفسطے پھیلا کر عامتہ الناس کو گمراہ کر کے تفسیر بالرائے کے جرم عظیم کا ارتکاب کیا ہے ہم نصرت ولی عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف سے ان گمراہ کن افکار کا ابطال کرتے ہوئے حقائق کو فرمائشات آئمہ اطہار صلوٰہ اللہ علیہم کی روشنی میں منکشف کرتے ہیں کہ شجرہ نداء کوئی درخت نہیں بلکہ یہ وہی شجرہ طیبہ ہے جس کا ذکر سورۃ ابراہیم علیہ السلام میں خالق نے فرمایا ہے۔

اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ (سورۃ ابراہیم)

یہی شجرہ طیبہ اہل بیت اطہارؑ ہی شجرہ طور ہیں جس کی تائید حضرت امیر المومنین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے اس جملہ سے ہوتی ہے۔

اسلام علیك یا شجرة النداء اے شجرہ نداء اے علی مرتضیٰ آپ پر سلام

ملاحظہ فرمائیں: بحار الانوار جلد نمبر ۱۰۰ ص ۳۴۸ مطبوعہ بیروت۔

اس سے ثابت ہوا کہ امامؑ نے اس وقت تکلم کے ذریعہ متکلم کا مشاہدہ کیا۔

باقی سائل کا یہ کہنا کہ اس وقت جب آیت مذکورہ کا متکلم اللہ تھا تو پھر اس کا معنی کیا ہوگا تو اس کے سمجھنے کے لئے یہ قاعدہ سمجھ لینا چاہئے کہ کلام اللہ کی روح تشریعی وجودی ہے یعنی وجود کلام کو ظاہر کر دینا اور اس کی روح ظاہر وجود تشریعی ہے یعنی جو کلام ظاہر کیا گیا کتاب اللہ میں اس کا وجود۔

جب اللہ تعالیٰ نے خود متکلم ہو کر اس کلام کی قرأت فرمائی تو وہ بغیر واسطہ کے نہ تھی اور مخاطب یہاں بندہ تھا اللہ نے قول عابد کی حکایت نقل کی ہے۔

اس لئے جیسے قرآن میں یہ آیت ذکر ہے ویسے ہی اللہ نے بھی تلاوت فرمائی۔

اس وقت وجود امام کا نچلا نصف حصہ اس وقت اللہ کا مخاطب تھا اور بالائی نصف حصہ خود متکلم تھا گویا ایک ذات دو شخصیتوں میں منقسم ہو چکی تھی ایک شخصیت اس آیت کی تلاوت کر رہی تھی اور دوسری سن رہی تھی اور سائل کا کہنا ہے کہ جسمانی کانوں کے ساتھ اللہ سے اس کا کلام سننا کیسے ممکن ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ولایت کے مختلف مراتب ہیں سب سے اعلیٰ مرتبہ جو ولایت مطلقہ کا مالک کہلاتا ہے۔

پہلا مقام: اس میں ولی کا دل اور کان دونوں اللہ کا کلام سنتے ہیں اور فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى " سے مراد یہی مقام ہے جو قاب قوسین سے بھی زیادہ قریب ہو اس مقام میں ولی کے کان اس کے ذہن کے کان ہوتے ہیں۔

دوسرا مقام: قاب قوسین کا ہے جہاں کہ روح کے کان کام کرتے ہیں اس وقت ولی حجاب اصغر سے گذر کر مقصود اکبر کے قریب آجاتا ہے۔

تیسرا مقام: اس سے نیچے ہے جہاں ولی کی ذات کے کان کام کرتے ہیں اس سے نیچے وہ مقام ہے جہاں ولی کے جسم کے کان کام کرتے ہیں اور جسم میں روح بھی ہوتی ہے اور اس سے نچلا مقام وہ جہاں ولی کے جسد کے کان کام کرتے ہیں اور جسد سے مراد جسم انسانی ہے جس کے ساتھ توجہ روح نہ ہو۔

خلاصه

یہ کہ ولی کے پانچ مقامات ہیں:

مقام اول ______ جسد کا

مقام دوم ______ جسم کا

مقام سوم ______ ذات کا

مقام چہارم ______ روح کا

مقام پنجم ______ فواد کا

یہاں فواد سے مراد ذہن کا وہ اعلیٰ حصہ ہے جو قرب الٰہی میں انتہائی عروج تک پہنچ جاتا ہے ان سب مقامات میں ولی کے سامنے خدا کا ظہور ہے اس کی صفت کے فعل کے طریقہ سے ہوا کرتا ہے جس کی تفصیل پہلے جواب میں گذر چکی ہے یہاں ہم نے اختصار کیا ہے تا کہ قاری کا ذہن اسے خود سمجھ لے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

جواب مذکورہ کی تحریر سے بندہ مسکین احمد بن زین الدین

۱۷ ربیع الثانی ۱۲۲۴ھ میں فارغ ہوا والحمدللہ وحدہ

جواہر الکلمات

حضرت قائد العارفین الشیخ الاجل الاوحد الشیخ احمد بن زین الدین احسائی اعلیٰ اللہ مقامہ نور اللہ مرقدہ انار اللہ برہانہ کے بصیرت افروز روح پرور کلمات حقائق سمات آپ پڑھ چکے ہیں۔ شیخ اعلیٰ اللہ مقامہ تصور کی نفی کرتے ہیں ہمیں رہ رہ کران مادرزاد محققین پر تعجب ہوتا ہے جو ہمہ وقت باطل کوشی اور حق پوشی اور ضمیر فروشی میں مصروف ہیں اور ایسے نظریات کی نسبت اس عالم جلیل القدر کی طرف دیتے ہیں جس کا ان کے ساتھ تعلق نہیں شیخ طاب ثراہ نے اپنی کتاب شرح زیارت میں بھی نفی فرمائی ہے جس کا حوالہ ہم گذشتہ اوراق میں پیش کر چکے ہیں البتہ قائد انقلاب اسلامی ایران کے رہبر عظیم حضرت آیت اللہ خمینی عطر اللہ ضریحہ کے فرزند ارجمند شہید اسلام آیت اللہ المجاہد العلامہ السید مصطفیٰ الموسوی الخمینی رضوان اللہ تعالیٰ نے اپنی تفسیر بے نظیر میں اس کی طرف لطیف اشارہ فرمایا ہے جو کہ صاحبان دانش و بینش کو دعوت فکر دیتا ہے۔

آیت اللہ السید مصطفیٰ الموسوی الخمینی طاب ثراہ ارشاد فرماتے ہیں:

نعم هنا توجيه لطيف اشير اليه: وهو ان عبادة كل احد لا يمكن الا بتصويرشيء حاك عنه ومرأت له ويشير اليه ويكون وجها من وجوهه وهواما يكون من المفاهيم الكليه الاختراعيه التى لا موطن لها الا الذهن،اومن قبيل الالفاظ الموضوعه لتلك الذاب المقدسه والذى هو الا وفق بالاعتبار اذا امكن العبور عنه واذا لم يسكن سفينه السالك لديه، ان يلاحظ ماهو احسن الوجوه واكشف الوجوه وارسمهاوازينهاواحكى منهاولا ريب انه هو الحقيقه المحمديه والرقيقه العلويه فلا يرجع ذلك الى عبادة غيره تعا لى بل هذا فى الحقيقه عباده الله تحالى كما لا يخفى على اهل البصائر والدرجات۔

ملاحظہ فرمائیں: تفسیر القرآن جلد اول، ص ۴۱۴

اشارہ لطیف

یہاں اشارہ کرتے ہیں کہ عبادت تصور کے بغیر ممکن نہیں ضروری ہے کہ عبادت گذار جس کی عبادت کر رہا ہے وہ اس صورت کی طرف اشارہ کرے اس کے آئینہ قلب میں اس کا تصور ہو اور وہ لوگ جو اس کی نفی کرتے ہیں ان کے مفاہیم اختراعیہ کا کوئی وجود نہیں سوائے ذہنی فکر کے یا وہ الفاظ جو اس موضوع پر اس ذات اقدس کے لئے ہیں۔

اور وہ چیز جو باعتبار اوفق ہے اگر ممکن ہو تو اس بحر عمیق کو عبور کرے اور اگر وہ سفینہ سالک نہ رکے تو وہ خوب ترین، کاشف ترین صورت اور بہترین نقشہائے صورت کا تصور کرے اور اپنی عبارت کو اس سے مزین کرے اور لاریب وہ کاشف ترین اور خوب ترین نقش حقیقت محمدیہ و دقیقہ علویہ ہے اس کے تصور سے انکار نہ کرے در حقیقت یہی عبادت خدا ہے اور یہ حقیقت اصحاب بصیرت وارباب عالی مرتبت سے مخفی استوار نہیں۔

سرکار شیخ اوحد نور اللہ مرقدہ پر الزام لگانے والوں کو چاہئے کہ پہلے امام امت رحمتہ اللہ کے فرزند ارجمند کا بیان ضرور پڑھیں پھر فتویٰ صادر فرمائیں۔

؎ مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

امید ہے قارئین کرام مسئلہ مذکورہ کے متعلق خاطر خواہ استفادہ کریں گے خداوند کریم حق بولنے، حق لکھنے اور تائید حق کی توفیق عطا فرمائے۔

بحق محمدواله الطاهرين صلوٰة الله عليهم اجمعين

ایماضات رفع اعتراضات

رسالہ شریفہ خطابیہ آپ پڑھ چکے ہیں اس میں نہ تو کوئی اعتراض کی چیز تھی اور نہ مسلمات امامیہ کے خلاف کوئی نیا نظریہ مگر نا معلوم محترم مولوی نعمت علی سدھو صاحب نے اپنی کتاب تحفہ شیخیہ کا حجم بڑھانے کے لئے کئی صفحات اپنے نامہ اعمال کی طرح سیاہ کر ڈالے ہیں عالم بزرگوار شیخ اوحد قدس اللہ سرہ پر بزعم خویش بہت سارے اعتراضات وارد کیئے ہیں جو کہ سب تار عنکبوت سے زیادہ کمزور اور محض قیاس بے اساس ہیں۔

مولوی سدھو صاحب نے اعتراض نمبر ۲۵ کا عنوان حلول و اتحاد قائم کیا پھر رسالہ شریفہ خطابیہ کی عبارت قلمبند کی پھر ص ۱۰۴/۱۰۵ حواشی میں تحریر فرماتے ہیں۔

شیخ احمد احسائی نے آگ اور لوہے کی مثال (کو اللہ اور محمدؐ و آل محمدؑ سے) مزید اپنی کتابوں میں دی ہے دیکھیں جوامع الکلم جلد ا رسالہ رشتیہ ص ۸۴ سطر ۲۴ شرح عرشیہ ص ۲۷ ج ا سطر ۱۲/۱۳ ص ۸۹ ص ا سطر مطبوعہ تبریز ۱۲۷۸ اور اسی کی اتباع میں کاظم رشتی شیخی لکھتا ہے۔

مقام الحديده الحميته فصارفعلهم فعل الله وقولهم قول الله وحكمهم حكم الله وامرهم امراله نهميم نهى الله۔

ملاحظہ فرمائیں: شرح خطبہ ص ۲۴۶ سطر ۲۴ سطر ۱۲ شرح آیت الکرسی ص ۲۰ سطر ۸۔

یعنی اللہ اور محمدؐ و آل محمدؑ کی مثال آگ اور لوہے کی طرح ہے جب لوہا آگ میں ہوتا ہے اور وہ آگ سے سرخ ہو جاتا ہے اور آگ کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے اور دیکھنے میں اب لوہا آگ ہے اور آگ لوہا ہے اور یہ مقام ہے کہ اس میں آئمہ معصومینؑ کا فعل اللہ کا فعل اور ان قول اللہ کا قول اور ان کا حکم اللہ کا حکم اور ان کا امر اللہ کی نہی اللہ کی نہی ہوتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: (مولف) تحفہ شیخیہ ص ۱۰۴۔

پھر فرماتے ہیں:

شیخ احمد احسائی مزید لکھتا ہے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "لنا مع اللہ حالات نحن فیھا ھو وھو نحن" اللہ اور ہمارے درمیان ایسے حالات ہیں کہ ہم وہ ہوتے ہیں اور وہ ہم ہوتا ہے دیکھیں شرح زیارت جامعہ ص ۱۰۲ سطر ۳ ص ۱۶۸ سطر ۱۳/۱۴ ص ۳۲۰ سطر ۱۵ ص ۴۳۱ سطر ۱۷ اور اسی کی اتباع کرتے ہوئے کاظم رشتی شیخی نے اپنی کتاب شرح خطبہ کے ص ۶ سطر ۲۱/۲۴ سطر ۱۸ ص ۲۸ سطر ۳ شرح آیت الکرسی ص ۱۹ سطر ۱۹ سطر ۱۰ ص ۲۰ سطر ۸ مطبوعہ تبریز ۱۲۷۱ پر لکھا ہے اور اس کا رد کیا ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ آقائے السید شہاب الدین مرعشی النجفی مدظلہ العالی نے دیکھیں۔

(احقاق الحق جلد ۱ ص ۱۸۴ طبع ایران جدید) اور صوفی لوگ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

یہ شیخیوں اور صوفیوں کے نزدیک معرفت کی باتیں ہیں چاہے توحید رہے یا نہ رہے معاذ اللہ۔ ملاحظہ فرمائیں: تحفہ شیخیہ ص ۱۱۵ حاشیہ نمبر ۱ ناشر مکتبہ الثقلین فیصل آباد۔

ایماض اول:۔

محترم مولانا سدھو صاحب کا یہ اعتراض کہ شیخ حلول و اتحاد کے قائل ہیں جیسا کہ انہوں نے کتاب تحفہ شیخیہ ص ۱۰۰ کے اعتراض ۲۵ کا عنوان بنایا ہے۔ یہ ان کا دروغ بے فروغ اور قیاس مع الفارق ہے اگر انہوں نے خود سرکار شیخ اوحد طاب ثراہ کی کتب کا مطالعہ فرمایا ہوتا تو ہرگز یہ اکاذیب تحریر نہ فرماتے ہیں۔

سرکار شیخ اوحد قدس سرہ حلول واتحاد کی نفی کرتے ہیں:

شیخ فرماتے ہیں:

اور یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ باری تعالیٰ کسی شیئ میں حلول نہیں کرتا اور نہ کسی غیر کے ساتھ متحد ہوتا ہے کیونکہ حلول اس بات سے عبارت ہے کہ ایک موجود بر سبیل تبعیت دوسرے موجود کے ساتھ قائم ہو۔ مثلاً اعراض (رنگوں وغیرہ) کا اجسام کے ساتھ قائم ہونا یا بر سبیل ظہور مثلاً ارواح کا اجسام کے ساتھ قائم ہونا۔ اگر یہ فرض کیا جائے کہ وہ کسی شے میں حلول کئے ہوئے ہے تو اس کا محتاج اور اس کے ساتھ متقوم ہوگا اور حادث ہوگا۔ اور یہ کہنا کہ وہ کسی کے ساتھ متحد نہیں کیونکہ اتحاد کی تفسیر اگر وہ کی جائے جو محال عقلی ہے جیسا کہ انہوں نے کہا ہے دو چیزیں کسی کمی اور زیادتی کے بغیر ایک بن جائیں اور ایک چیز دوسری سے متاثر نہ ہو تو اس کا حصول محال ہے پس واجب حق تعالیٰ کی صفت اس سے کس طرح ہو سکتی ہے۔ اور اگر اس کی تفسیر یہ کی جائے کہ ایک شیئ دوسری شیئ بن جائے تو یہ انقلاب اور استحالہ کی صورت ہوگی اور یہ اگرچہ ممکنات کے لئے جائز ہے مگر واجب الوجود حق تعالیٰ کے لئے محال ہے۔ کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ ایک شیئ دوسرے کی طرف بدل جائے اور واجب الوجود عزوجل ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف تبدیلی اختیار کرنا حادث متغیر کی صفت ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: حیاۃ النفس ص ۱۲/۱۴ مطبوعہ کویت۔

حیاۃ النفس ص ۱۹ مطبوعہ کربلا معلیٰ عراق۔

ایماض دوم:

محترم مولانا سدھو صاحب کا یہ اعتراض بے بنیاد ہے کہ شیخ اعلیٰ اللہ مقامہ نے لوہے اور آگ کی مثال دی ہے اس سے تو مقام فنا فی اللہ کا اظہار مقصود ہے اور یہی مثال تمام حقیقی علماء نے دی کوئی نئی بات نہیں۔

سرکار آیت اللہ آقا میرزا ابوالقاسم اصفہانی طاب ثراہ کا بیان

حدیث قدسی ہے "عبدی اطعنی حتیٰ اجعلك مثلی "

اے بندے تو میری اطاعت کر حتیٰ کہ تجھے اپنے جیسا بنا دوں گا۔ اے بندے جب تو میری عبودیت کا طوق اپنی گردن میں ڈالے گا۔ تو تجھے سلطنت کلیہ عطا کروں گا جیسے میری ولایت جمیع الجہات ہے ہر شئے میرے تصرف میں ہے اور مطیع ہے تجھے بھی یہ تصرف حاصل ہو گا جیسا کہ لوہے کا ٹکڑا لوہار کی بھٹی میں آگ میں جب گرم ہو کر سرخ ہوتا ہے تو اس سے صفات آتش ظہور کرتی ہیں عبودیت کی منزل میں عبد میں تمام خدائی صفات ظہور کرتی ہیں چنانچہ آئمہ علیہم السلام جو کہ عباد خاص خدا ہیں اور بندگان حقیقی ہیں۔ مرکز صفات خدائی ہیں عالم امکان میں جیسے چاہیں ظہور کرتے ہیں آئمہ علیہم السلام صاحب ولایت کلیہ ہیں ان کی سلطنت من جمیع الجہات ہے۔

(ملخصاً):

ملاحظہ فرمائیں: نفائیس الاخبار ص ۵ مطبوعہ تبریز ایران۔

مقام فنا فی اللہ

سرکار قدوۃ العلماء والعارفین آیت اللہ میرزا جواد ملکی تبریزی رضوان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

ایشان بدرجه قرب رسیده باشند و فانی فی الله شده اند و بصفات الله متصف شده اند

ملاحظہ فرمائیں: رسالہ لقاء اللہ ص ۱۱ مطبوعہ ایران۔

یہ ذوات قدسیہ قرب الٰہی کے درجہ پر فائز ہیں اور فنا فی اللہ ہیں اور صفات اللہ سے متصف ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

فنافی اللہ آیت اللہ خمینی طاب ثراہ کی نظر میں

فرماتے ہیں:

من بخال لبت ای دوست گرفتار شدم
چشم بیمار تورا دیدم و بیمار شدم
فارغ از خود شدم و کوس انا الحق بزدم
همچو منصور خریدار سر دار شدم

امام کی یہ ساری غزل سراپا نغمہ وحدت ہے وحدت الوجود عابد و معبود کا ایک ہو جانا۔ عاشق و معشوق کا ایک ہو جانا محبّ و محبوب کا ایک ہو جانا اور جز و کل ایک ہو جانا عرفاء کی اصلاح (اصطلاح) میں "خال" وہ نقطہ وحدت ہے ایک ہو جانے کی علامت ہے اس کے برعکس "زلف" اور تفرقہ اور پراگندگی کا استعارہ ہے۔

من به خال لبت ای دوست گرفتار شدم

لیکن یہ دوست کون ہے جس کے ساتھ ایک ہو جانے کی بات ہو رہی ہے۔ یہ کون ہے کہ روح کو جس کی لذت وصال کی طلب ہے؟ یہ کون ہے کہ جس کے خال لب نے اس عارف روشن ضمیر کو اپنا اسیر بنا رکھا ہے۔

دوست وہ ہوتا ہے جس کی طرف روح کی کشش ہو عرفاء خدا کے سوا اور کسی چیز کو بھی خاطر میں نہیں لاتے وہ کچھ بھی ہے وہی ہے!" وحده لا الہ الا هو "اس لئے وہ اس کی ذات کے سوا کسی اور کو دوست نہیں بناتے وہ ہمہ از اوست کے نہیں بلکہ ہمہ اوست کے قائل ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

فارغ از خود شدم و کوس انا الحق بزدم کا معنی

سالک کے لئے ضروری ہے کہ وہ خدا کی معرفت کے حصول اور مرتبہ عرفان تک پہنچنے کے لئے پہلے اپنے آپ کو پہچانے اور اس معرفت نفس کے تین مراحل ہیں۔

پہلا مرحلہ: خود بینی ہے یعنی سالک صرف اور صرف اپنے آپ کو دیکھے اور اپنے آپ کو ہر شخص اور ہر چیز سے بلند سمجھے۔

دوسرا مرحلہ: تواضع ہے یعنی اپنے آپ کو بھی دوسروں جیسی ہی ایک مخلوق سمجھے اگر وہ ہے تو دوسروں کا بھی وجود ہے ہوسکتا ہے دوسرے اس سے بہتر ہوں۔

تیسرا مرحلہ: فنا ہے اس مرحلے میں سالک نے اپنے آپ کو نہیں دیکھا اسے ایک ایسی معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ اسے یوں محسوس ہونے لگتا ہے کہ جیسے کچھ بھی نہیں ہے وہ خدا کو پہچاننے لگتا ہے لیکن یہ شناخت پہلے سے قطعاً مختلف ہوتی ہے وہ خدا کی ذات میں فنا ہو جاتا ہے۔

فنا فی اللہ! ایسی فنا جو عین بقاء ہے:

بقاء باللہ: وہ خدا جیسا ہو جاتا ہے وہ عشق کے ساتویں شہر میں جا پہنچا ہے اسے اپنی ذات اور اپنے محبوب میں کوئی فاصلہ نظر نہیں آتا۔ قطرہ جب تک سمندر سے جدا ہے قطرہ ہے جب وہ سمندر میں مل جاتا ہے تو سمندر ہی کا حصہ بن جاتا ہے اس وقت وہ سمندر ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے عارف کی مثال اس قطرے جیسی ہوتی ہے۔ جب وہ خدا کی ذات والا صفات کے بحر حقیقت میں جا ملتا ہے تو اس کا حصہ بن جاتا ہے۔ اور "انا الحق" کے نعرے لگانے لگتا ہے۔

فارغ از خود شدم و کوس انا الحق بزدم:

کیا اسی شعلہ زن درخت نے موسیٰؑ کے سامنے۔

"انی انا اللہ" نہیں کہا تھا۔

شیخ شبستریؒ کا کہنا ہے۔

روا باشد انا الحق از درختی
چرا نبود روا از نیك بختی

ملاحظہ فرمائیں: رسالہ وحدت اسلامی ص ۴۰/۳۹ شمارہ نمبر ۵۷ شائع کردہ رایزنی فرہنگی سفارت جمہوری اسلامی ایران اسلام آباد۔

فوائد: امام امت کے نورانی کلام کی جو وضاحت سفارت خانہ جمہوری اسلامی ایران نے فرمائی۔ اس سے ہمارے عقائد کی تائید اور خالصیہ و برقعیہ عقائد کی مذمت ہوتی ہے۔

جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

اس سے مندرجہ ذیل فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

اولاً: عرفاء کی اصطلاح "خال" نقطہ وحدت ہے یعنی عابد و معبود کا ایک ہونا۔ عاشق معشوق کا ایک ہو جانا۔ محبّ اور محبوب کا ایک ہو جانا اور جز و کل کا ایک ہو جانا۔

پس اہلبیت اطہار صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین محبوبیت کے افق اعلیٰ ہیں لہٰذا وہ اس منزل پر فائز ہیں جہاں وہ فرماتے ہیں۔ انا العابد انا المعبود انا الشاھد انا المشھود

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے خطبات نورانیہ بیانیہ وافتخاریہ میں اسی منزل وحدت الٰہی کو بیان فرمایا ہے یہ مقام مہبط تجلیات سرمدیہ و باب فیوضات ابدیہ اور مقام رجوع الوصف الی الوصف و دوام الملک بالملک اور مقام اتحاد اور ظاہر و الظہر و الظہور و الشاہد المشھود ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تاکس نہ گویند بعد ازاین من دیگرم تو دیگری

ثانیاً: سلوک کا تیسرا مرحلہ فناء۔ جب سالک پہلا مراحل طے کر اس مرحلہ پر پہنچتا ہے۔ وہ فنا فی اللہ اور بقاء باللہ کی منزل پر فائز ہوتا ہے اور جمہوری اسلامی ایران کے سفارتخانہ کی وضاحت کے مطابق خدا جیسا ہو جاتا ہے قطرہ جب سمندر سے باہر تھا تو قطرہ تھا اور جب سمندر میں مل گیا تو سمندر بن گیا عارف کی مثال بھی قطرے جیسی ہے جب وہ خدا کی ذات والاصفات کے بحر حقیقت میں جاملتا ہے تو اس کا حصہ بن جاتا ہے اور "انا الحق" کے نعرے لگانے لگتا ہے اس منزل کے متعلق آیت اللہ خمینی نے ارشاد فرمایا۔

فارغ از خود شدم وکوس انا الحق بزدم

ثانیاً: آیت اللہ خمینی رضوان اللہ تعالیٰ علیہ کے شعر فارغ از خود شدم کوس انا الحق بزدم کی تشریح کرتے ہوئے سفارتخانہ ایران نے مقام فناء فی اللہ کی مثال قطرے اور سمندر سے دی ہے کہ قطرہ سمندر سے باہر تھا تو قطرہ تھا اور جب سمندر میں مل گیا تو سمندر بن گیا عارف کی مثال بھی قطرے جیسی ہے جب وہ خدا کی ذات والاصفات کے بحر حقیقت میں جاملتا ہے اس کا حصہ بن جاتا ہے اور "انا الحق" کے نعرے لگانے لگتا ہے اور کچھ عرفاء نے اس کی مثال آگ اور لوہے کے ٹکڑے سے دی ہے کہ جب آگ میں لوہے کا ٹکڑا ڈالا گیا تو آگ کے شعلوں نے اسے اپنی شکل میں منتقل کر دیا اس کا شمار بھی انگارے میں ہو گیا لوہے کے ٹکڑے کی حقیقت آگ کی حقیقت میں بدل گئی جو آثار واوصاف آگ پر مرتب ہوتے ہیں وہ اسی پر مرتب ہوں گے اس لئے کہ شعلہ ہائے ناریہ کی بدولت وہ بھی آگ میں فنا ہو چکا ہے اب وہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں آگ کا انگارہ ہوں میں آگ ہوں حقیقت آگ کا اظہار اسی لوہے کے ٹکڑے سے ہو رہا ہے وہ آگ کا مظہر بن گیا اسی طرح جب سالک الٰہی کو کشش رحمانی اور جذب صمدی کی امواج بحر احدیت کی گہرائیوں میں کھینچ کر لے جاتی ہے تو وہ بحر حقیقت میں ڈوب کر کہہ دیتا ہے۔ انا الحق

انا عا بد انا المعبود انا الساجد انا المسجود انا عامل انا المعمول انا رب انا المر بوب انا خالق انا رز اق انا محی انا ممیت

عبار اتنا شتی وحسنک واحدہ

ہمارے عرفاء نے لوہے کے ٹکڑے کی مثال دی جس پر مولوی سدھو صاحب نے اپنی بے بصیرتی اور نافہمی کی بناء پر اعتراض کر دیا اسی مفہوم کو سفارتخانہ ایران نے قطرے اور سمندر کی مثال دے کر واضع کیا ہے اگر مولوی سدھو میں ہمت ہے تو اس کے متعلق بھی کفر وشرک اور باطل کا ایک اور فتویٰ صادر فرمادیں؟؟

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

رابعاً: منزل فناء فی اللہ جسے ہم نے سفارت خانہ اسلامی جمہوری ایران کے وضاحتی الفاظ میں بیان کیا ہے اس سے یہ حقیقت الم نشرح ہوتی ہے راہ سلوک کے مسافروں کے سالار و سردار حضرات محمدؐ و آل محمد علیہم السلام ہیں۔

کمال او کمال حق کمال وی
نمی توان نظر کنی الا توبر جمال وی

خامساً: امام خمینی نے منازل سلوک کے باب میں اپنے کلام میں اس کے منازل و مقامات اور وحدت کو بیان فرمایا ہے جو فتویٰ شیخ مرحوم رضوان اللہ تعالیٰ کے لئے ہے کیا وہ فتویٰ آپ امام امت پر لگا سکتے ہیں؟" ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین "

ایماض سوم:

جناب محترم مولانا سدھو صاحب کو سرکار شیخ اعلیٰ اللہ مقامہ پر یہ اعتراض کہ انہوں نے حضرت صادق علیہ السلام کی حدیث لنا مع اللہ حالات نحن فیھا ھو و ھو نحن قلمبند کی ہے یہ روایت شیخ اعلیٰ اللہ مقامہ نے کتب معتبر سے اخذ فرمائی ہے آپ سے پہلے علماء اعلام و محدثین کرام اعلیٰ اللہ لھم المقام بھی اپنی کتب میں درج فرما چکے ہیں اور بعد میں بھی صاحبان بصارت و بصیرت نے نقل فرمائی ہے۔

سرکار کاشف اسرار فرقانی عالم ربانی علامہ محسن فیض کاشانی طاب ثراہ فرماتے ہیں۔

انہ علیہ السلام انہ قال لنا حالات مع اللہ ھو فیھا نحن و نحن فیھا ھو مع ذالك ھو ھو ونحن نحن۔

مائیم کز خدا چو خدائی جدائیم
از وی جدائیم و لیکن خدائیم
در بحر عشق کشتی فانی ما شکست
تا اوشد ھم اوست کی مائیم مائیم

ملاحظہ فرمائیں: کلمات مکنونہ من علوم اہل الحکمۃ والمعرفۃ ص ۱۱۴ مطبوعہ ایران چاپ دوم حضرت صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہمارے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسے حالات میں کہ جن میں وہ ہم ہوتا ہے اور ہم وہ ہوتے ہیں مگر وہ وہ ہے اور ہم ہم ہی ہیں۔

پھر فارسی کے اشعار ہیں:

مائیم کز خدا چو خدائی جدائیم
از وی جدائیم و لیکن خدائیم
در بحر عشق کشتی فانی ما شکست
تا او شد هم اوست کی مائیم مائیم

یہ فنا فی اللہ کی منزل ہے بلند مقام ہے جسے صاحبان بصیرت اور اہل ایمان صاحبان عرفان، وجدان ہی سمجھ سکتے یہ وہ سمجھ سکتا ہے جو طبع مستقیم اور فکر سلیم رکھتا ہو جو حلالی بھی ہو اور موالی بھی ہو اور ان لطیف نکات کو سمجھنے کے لئے ہے لطیف ذہن کا ہونا شرط ہے جاہل بدھو کیا جانے؟۔

گدھا کیا جانے زعفران کی بہار

محترم المقام سدھو صاحب کیا یہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت علامہ محسن کاشانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی توحید پر ہاتھ صاف کئے ہیں۔؟

فاتح المقصرین آیت اللہ سید روح اللہ موسوی خمینی طاب ثراہ کا ناطق فیصلہ

اے عزیز چند روایت میں جناب مولا الموحدین حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے۔

اناصلوٰۃ المومنین وصیامھم

مومنین کی نماز روزہ میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوں۔

اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

نحن الصلوٰة ، نحن الزکوٰة

ہم ہی نماز ہیں ہم ہی زکوٰۃ ہیں۔

نیز قرآن مجید میں آتا ہے۔

"اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (سورۃ البقرۃ آیت ۱۵۳)

نماز اور صبر سے مدد طلب کرو۔

تفسیر آل محمدؐ میں ہے کہ "صبر" رسول اللہؐ اور نماز سے علی علیہ السلام مراد ہیں۔

(یعنی مدد مانگو ایمان والو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور علی مرتضٰی علیہ السلام سے جو مقصرین ملاں لوگوں کو یا علیؑ مدد سے روک رہے ہیں اور انکار کر رہے ہیں وہ قرآن کے منکر ہیں اور اہل بیتؑ کے فرمان کے منکر ہیں ایسے لوگوں کا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں مذہب شیعہ سے تو دور کی بات ہے)۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں۔ بنا بریں ہم کہتے ہیں اگر لفظ صلوٰۃ وصل سے مشتق ہو تو آئمہ معصومین علیہم السلام وہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے قرب وصول میں اس مرتبہ پر فائز ہیں جہاں تک کسی کی رسائی ممکن نہیں اور دوسروں کے ہاتھ اس مقام کے دامن عظمت تک پہنچنے سے قاصر ہیں اس لئے امام جعفر صادق علیہ اسلام نے فرمایا:

لنا مع الله حالات هو فيها نحن نحن هو فيها الا انه هو هو ونحن نحن

(ہمارے اللہ کے ساتھ ایسے حالات ہیں جن میں "ہم" ہوتا ہے مگر وہ وہی رہتا ہے اور (ہم ہم رہتے ہیں)۔

ملاحظہ فرمائیں: پرواز در ملکوت جلد اول، ص۴۔

حضرت آیت اللہ خمینی رضوان اللہ نے یہی حدیث "لنا مع الله حالات هو فيها نحن نحن هو فيها الا انه هو هو ونحن نحن هو "مصباح الهدائیہ الی خلافت والولایۃ ص ۱۴۸ مطبوعہ ایران پر درج فرمائی ہے۔ کیا سدھو صاحب اوران کے ہم نوالہ و پیالہ حضرات یہ فرما سکتے کہ امام امت نے چونکہ شیخ مرحوم کی پیروی کی لہذا وہ شیخی ہیں۔

مومنین کرام!

مولوی سدھو صاحب نے کہا ہے یہ شیخیوں اور صوفیوں کے نزدیک معرفت کی باتیں ہیں چاہئے توحید رہے یا نہ رہے تحفہ شیخیہ ص ۱۰۵ حاشیہ نمبر ا جس پر انہیں اعتراض ہے وہی چیز مفسر کبیر عارف بصیر علامہ محقق محسن فیض کاشانی قدس سرہ اور حضرت امام امت خمینی طاب ثراہ نے بیان فرمائی ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

ایک منہ میں دوزبانیں کیوں

اگر شیخ اوحد رحمتہ اللہ علیہ بیان کریں تو ہاؤھو کا طوفان بدتمیزی مچایا جاتا ہے کہ آسمان گر گیا توحید کو خطرہ ہے توحید ہی نہیں رہی اور یہی حقائق امام خمینیؒ بیان فرمائیں تو فتویٰ ساز فیکٹری سے کوئی گولہ نہیں نکلتا؟۔

اگر ہمت ہے تو امام امت پر فتویٰ لگاؤ پھر دیکھو شیعیان حیدر کرارؑ تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں۔

حضرات مومنین شیخ مرحوم نے کوئی عجیب اور نئی بات نہیں کی یہی حقائق ہمارے جلیل القدر علماء عظام محدثین کرام والا مجتہدین عظام نے یہی دقائق آیت خمینی رضوان اللہ علیہ نے بھی ارقام فرمائے ہیں دراصل ضد انقلاب اسلامی گمراہ ٹولہ شیعیت کا لباس پہن کر ہماری صفوں میں گھس آیا ہے آپ ان سے بچیں یہ آپ کے اعمال اور اموال کو لوٹنا چاہتے ہیں خداوند عالم ہمیں حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرماتے۔

بحق محمدواله الطاهرین صلوٰة الله علیهم اجمعین

بندہ درگاہ مرتضوی

السید محمد ابوالحسن الموسوی

☆☆☆☆☆☆☆

مصادر تحقیق

(۱):۔ قرآن مجید۔

(۲):۔ تفسیر قرآن###آیت اللہ السید مصطفیٰ موسوی خمینی۔

(۳):۔ شرح زیارت جامعہ کبیرہ شیخ اوحد اجل رحمتہ اللہ۔

(۴):۔ رسالہ شریفہ خطابیہ#"########"#########"

(۵):۔ روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات۔علامہ خوانساری

(۶):۔ تاریخ فلاسفہ اسلام۔استاد مرتضیٰ مدرسی۔

(۷):۔ ریحانتہ الادب۔علامہ تبریزی۔

(۸):۔ من کنت مولاہ فھذا علی مولا۔آیت اللہ علامہ شیخ عبدالمنعم کاظمی۔

(۹):۔ الایات البینات۔آیت اللہ کاشف الغطاء۔

(۱۰):۔ الشھادۃ الثالثہ۔علامہ جاسم کلکاوی۔

(۱۱):۔ الانوار النعمانیہ۔آیت اللہ علامہ کبیر جزائری موسوی۔

(۱۲):۔ اصلاح المجالس والمحافل۔ڈھکو

(۱۳):۔ سفینتہ البحار۔علامہ عباس قمی

(۱۴):۔ تحفہ شیخیہ ،سدھو

(۱۵):۔ نہج البلاغہ۔خطبات امیر المومنین علیہ السلام

(۱۶):۔ مصباح المجتہد۔علامہ طوسیٰ

(۱۷):۔ پرواز در ملکوت۔آیت اللہ خمینی

(۱۸):۔ عیون اخبار الرضا علامہ شیخ صدوق

(۱۹):۔ کلمات مکنونہ علوم اصل الحکمتہ والعرفتہ۔علامہ کبیر کاشانی

(۲۰):۔ بحار الانوار۔علامہ کبیر مجلسی طاب ثراہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَمَن قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا

دفاعِ مظلوم

ستم رسیدہ مظلوم شیعہ مرجع مجتہد عظیم

سرکار صدر الفقہاء المجتہدین سلطان الحکماء والمتالہین

الامام الراحل الشیخ الاجل اوحد

الشیخ احمد بن زین الدین الاحسائی رضوان اللہ تعالیٰ

جلیل القدر علماء اعلام و مجتہدین کرام کا خراج تحسین

کے حسار

آیت اللہ الحجۃ السید محمد باقر الموسوی الخوانساری طاب ثراہ

روسات الجنات فی حوال العلماء والسادات

آیت اللہ العلامہ الشیخ علی البلادی البحرانی قدس سرہ

انوار البدرین فی تراجم علماء القطیف والاحساء والبحرین

سرکار زبدۃ العلماء والمجتہدین آیۃ اللہ علامہ الشیخ عبد المنعم کاظمی علی اللہ مقامہ

سرکار حجۃ الاسلام آیت اللہ علامہ الشیخ حسین بخش جاڑا مجتہد طاب ثراہ

تقدیم

شمس العلماء علامہ آغا السید محمد ابو الحسن الموسوی

دار التبلیغ الجعفریہ

پوسٹ بکس 1525 اسلام آباد پاکستان

ہماری جدید مطبوعات

دار التبلیغ الجعفریہ

پوسٹ بکس نمبر 1525
اسلام آباد - پاکستان